جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ کا دینی علمی ادبی اور اصلاحی ترجمان

ماہنامہ

صدائے حق

ستمبر
۲۰۱۸

جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ ضلع سہارنپور (یوپی) انڈیا

بیادگار: شریف الامت حضرت مولانا الحاج قاری شریف احمد صاحب بانی جامعہ ہذا

ذی الحجہ ۱۴۳۹ھ مطابق ستمبر ۲۰۱۸ء

شمارہ: ۹
جلد: ۲

ماہنامہ صدائے حق گنگوہ

مجلس سرپرستان

شیخ طریقت حضرت مولانا شاہ محمد قمر الزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم

حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی مدظلہ مہتمم ندوۃ العلماء لکھنؤ

مدیر مسئول

حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ نقشبندی مدظلہم شیخ الحدیث وناظم جامعہ ہذا

معاون مدیر	مدیر انتظامی	مدیر تحریر
عبدالواجد الندوی 9412508475	مولانا قاری عبیدالرحمٰن صاحب قاسمی	محمد ساجد کھجناوری 09761645908

مجلس مشاورت

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب مدظلہ شیخ الحدیث جامعہ ہذا

حضرت مولانا محمد سلیمان صاحب مدظلہ استاذ حدیث جامعہ ہذا

فی شمارہ	[illegible] روپے
سالانہ	[illegible] روپے
بیرون ملک	[illegible] ڈالر
سالانہ [illegible]	[illegible] روپے
لائف ممبر	[illegible] روپے

خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ

ماہنامہ صدائے حق جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ ضلع سہارنپور (یوپی) انڈیا

MAHNAMA SADA-E-HAQ GANGOH
JAMIA ASHRAFUL ULOOM RASHEEDI, GANGOH
Distt. Saharanpur (U.P.) India, Pin 247341
E-mail : sajidkhajnawari@gmail.com-sadaehaque313@gmail.com

آئینۂ مضامین

کالم	عناوین	مضمون نگار	صفحہ
حرف اولیں	ہجری تقویم یا اسلامی کیلنڈر: کب اور کیسے	محمد ساجد کھجناوری	۳
صدائے قرآن	قربانی کی حقیقت واہمیت	مولانا عبدالواجد ندوی	۶
صدائے حدیث	محرم الحرام۔فضیلت واہمیت	ابوحذیفہ گنگوہی گنگوہی	۹
افادات	باب کراهية الاستنجاء باليمين	حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ نقشبندی	۱۲
[illegible]	خیر امت کے مصداق	مولانا مفتی محمد احسان رشیدی	۱۷
	کامل مذہب کی کامل تعلیمات وہدایات	مولانا عبدالواجد ندوی	۲۱
شخصیات	حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحبؒ	مولانا شمشاد احمد مظاہری	۲۵
خطبات	ہر چیز کے دو رُخ	حضرت شیخ محمد آصف حسین فاروقی	۲۸
منتخبات	مسائل وفتاویٰ	ادارہ	۳۴
پیغامات	خطیب الاسلام سیمینار	ادارہ	۴۱
	تعزیتی مکتوب	ادارہ	۴۳
اخبار جامعہ	جامعہ اشرف العلوم رشیدی کی ڈائری	ابوفیصل کھجناوری	۴۴
جہانِ کتب	تصنیفات وتالیفات	حضرت ناظم صاحب دامت برکاتہم	۴۸

پرنٹر پبلیشر مدیر (مولانا) خالد سیف اللہ (صاحب) نے ایم، ایس، سبھاش پریس 4/2731 چوک نواب گنج نزد کمپنی گارڈن سہارنپور سے طبع کراکر دفتر "صدائے حق" جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ سے شائع کیا۔ (کمپیوٹر کمپوزنگ) محمد دلشاد رشیدی موبائل:9358199948

اداریہ

ہجری تقویم یا اسلامی کیلنڈر: کب اور کیسے

محمد ساجد کھجناوری

پیش نظر شمارہ کے اداریتی صفحات پر لکھنے کیلئے دریں ایام کئی ایک موضوعات دل ودماغ پر مستولی تھے اور خیال تھا کہ ان معاصر مسائل میں کسی ایک عنوان پر سیر حاصل خامہ فرسائی کروں، لیکن چونکہ ذی الحجہ کے روح پرور ایام شروع ہوچکے ہیں جن کی اپنی معنویت ہے بالخصوص اس کے ابتدائی روز وشب کہ خود قرآن مقدس ان کے فضائل وبرکات پر ناطق ہے، اللہ بزرگ وبرتر نے سورۃ الفجر کے ابتدا ہی میں دس راتوں کو اپنی قسموں کے ساتھ مؤکد کرکے بیان فرمایا ہے، اسی طرح یہ ماہ اپنے جلو میں حج جیسی عاشقانہ عبادت بھی لئے ہوئے ہے، قمری اعتبار سے اگر یہ سال کا آخری مہینہ ہے تو اس کے ختم پر محرم الحرام جیسا سال کا پہلا متبرک مہینہ ہے، گویا سال کی ابتدا واختتام اپنے دامن میں بہت کچھ ثواب وثمر سمیٹے ہوئے ہے۔

مذکورہ بالا عنوان پر لکھنے کی دلچسپی اس لئے بھی پیدا ہوئی کہ کاتب الحروف کے وطنی گاؤں کھجناور جو خالص مسلم آبادی پر مشتمل ہونے کے ساتھ دس ہزار سے زائد ایمانی نفوس پر محیط ہے، وہاں میرے ایک پڑوسی شخص نے آکر ازراہِ استفسار کہا کہ مولانا صاحب! یہ کونسی صدی چل رہی ہے، خاکسار نے اس کی کچھ وضاحت چاہی تو سائل نے ایک دانشور کے حوالے سے بیان کیا کہ انہوں نے کہا ہے کہ چودھویں صدی کی کوئی انتہا نہیں ہے، بلکہ اگر چودھویں صدی ختم ہوگئی تو صورِ اسرافیل پھونک دیا جائے گا اور کائنات بھسم ہوکر رہ جائے گی، بندہ نے نفی میں جواب دیتے ہوئے کہا کہ ہمارے یہاں عموماً دو کیلنڈر شمسی اور قمری رائج ہیں، مگر چودھویں صدی تو کسی بھی اعتبار سے درست ثابت نہیں ہوتی اس لئے کہ قمری اعتبار سے پندرھویں صدی چل رہی ہے جس کے ۳۹ رسال ختم ہوئے اور ماہِ محرم سے یہ تعداد چالیس سال تک پہنچ جائے گی، جبکہ شمسی اعتبار سے اکیسویں صدی چل رہی ہے جس کے سترہ سال بیت بھی چکے ہیں بلکہ اٹھارھویں سال کا بھی بیشتر وقت گذر گیا، عیاں رہے کہ شمسی کیلنڈر کے اعتبار سے سال کا پہلا ماہ جنوری کا ہوتا ہے اور دسمبر اس کا آخری مہینہ۔ میری اس وضاحت کے بعد وہ شخص مطمئن ہوکر چلا گیا، لیکن میری بے اطمینانی دوچند ہوگئی کہ آج ہمیں مروجہ تاریخ وسنین کے بارے میں کچھ علم نہیں جبکہ تاریخ اور

عددسنین وغیرہ کے جاننے کوشریعت نے مسلمانوں کیلئے فرض کفایہ قرار دیا، کیونکہ ہمارے معاملات، عبادات اور حج وغیرہ کی بنیاد اسی پر ہے، اللہ تعالیٰ کے فرمان: ھو الذی جعل الشمس ضیاء والقمر نورا وقدرہ منازل لتعلموا عدد السنین والحساب ترجمہ: کہ وہی ہے جس نے سورج کو جگمگایا اور چاند کو چمکایا، اس کیلئے منزلیں ٹھہرائیں کہ تم برسوں کی گنتی اور حساب کو جان سکو‘‘ کے مضمون سے یہ حقیقت بہر حال آشکارا ہے کہ سنین وشہور اور ہفتوں اور دنوں کا حساب ابتدائے آفرنیش سے ہی ہے۔

مشہور مفسر قرآن حضرت مولانا مفتی شفیع عثمانیؒ آیت بالا کے حوالہ سے ایک موقعہ پر ارقام فرماتے ہیں کہ: ’’جس سے معلوم ہوا کہ چاند کو مختلف منزلوں اور مختلف حالات سے گذارنے کا فائدہ یہ ہے کہ اس کے ذریعہ سال اور مہینوں نیز تاریخوں کا حساب معلوم ہو سکے‘‘۔

ہمارے اسلامی کیلنڈر کا آغاز اگرچہ ہجرت کے تاریخ ساز واقعہ سے مستعار ہے، جب کفار مکہ نے دنیا کے سب سے معصوم انسان، تہذیب وتمدن کی دولت تقسیم کرنے والے، مظلوموں کی دادرسی کرنے والے اور عدل وانصاف کی شوکت قائم کرنے والے عظیم المرتبت پیغمبر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلد امین مکۃ المکرمہ سے نکالا تو آپ ﷺ نے مدینہ منورہ میں اقامت اختیار فرمائی، تاہم اگر نفس تاریخ کے وجود وتصور سے ہم شناس ہونے کی بات کی جائے تو پھر مزید ماضی کا ریکارڈ کھنگالنا ہوگا۔

چنانچہ امام طبریؒ نے اپنی تاریخ میں امام زہریؒ اور امام شعبیؒ سے روایت نقل کی ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام جنت سے اتارے گئے اور ان کی اولاد ادھر ادھر پھیل گئی تو ان کی اولاد نے ہبوط آدم کے واقعہ سے تاریخ کا شمار کیا، تاریخ مذکور کا سلسلہ حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت تک رہا، پھر غرق ہونے تک یہی تاریخ رہی، طوفان نوح سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آگ میں ڈالے جانے تک کی تاریخ کا بھی ذکر ملتا ہے، پھر اس واقعہ سے حضرت یوسف علیہ السلام اور وہاں سے حضرت موسیٰ کی بعثت تک وہاں سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے دور حکومت تک اور وہاں سے بعثتِ عیسیٰ اور پھر بعثت محمد ﷺ تک یہ سلسلہ مُر وج تھا۔

ہجری تقویم یا اسلامی کیلنڈر کی ابتداء کے تعلق سے کہا جاتا ہے کہ خلیفۂ دوم حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے خط لکھا کہ آپ کے پاس جو خطوط آتے ہیں ان پر کوئی تاریخ درج نہیں ہوتی، تب حضرت فاروق اعظمؓ نے اس بابت حضراتِ صحابہ کے ساتھ مشاورت فرمائی تا کہ تاریخ کا

تعین کیا جاسکے، اس درمیان متعدد صحابہ کرامؓ نے اپنے اپنے ذوق کے لحاظ سے تاریخ طے کرنے کا مشورہ دیا، حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ اسلامی تاریخ کا آغاز آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے کیا جائے، حضرت طلحہؓ کی رائے ہوئی کہ تاریخ کی ابتدا آں حضرت ﷺ کی بعثت سے کی جائے، بعض حضراتِ صحابہؓ کی رائے ہوئی کہ آپ ﷺ کی ولادت سے کی جائے، تو کسی نے ایرانیوں کے طرز پر ایک ایک بادشاہ سے تاریخ کے تعین پر زور دیا، ایک رائے یہ بھی آئی کہ رومیوں کی تاریخ سے اپنی تاریخ شروع کی جائے، مگر خلیفۂ رابع داماد رسول امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رائے دی کہ آں حضور ﷺ کی ہجرت سے تاریخ کا آغاز کیا جائے، کیونکہ حق وباطل کی معرکہ آرائی کا دوسرا نام ہی ہجرت تھا، اسی رائے پر سارے صحابہ کرامؓ متفق ہوگئے، پھر دوسرا مرحلہ یہ سامنے آیا کہ کس ماہ سے ابتدا کی جائے تو حضرت عبدالرحمٰن ابن عوفؓ نے رجب سے شروعات کرنے کی رائے دی، حضرت طلحہؓ نے سال کی ابتداء ماہ رمضان سے کرنے کا مشورہ دیا، حضرت عثمان غنیؓ نے ماہ محرم الحرام سے ابتداء کرنے کی تجویز پیش فرمائی اس ماہ کے متبرک اور شہر حرام ہونے کی وجہ سے، نیز اس لئے بھی کہ یہ سال کا پہلا مہینہ ہے اور حج سے لوٹنے کا وقت ہے، اور اس لئے بھی کہ حضور ﷺ نے محرم ہی میں ہجرت کرنے کا ارادہ فرمایا تھا، بیعت عقبہ کے ذوالحجہ میں ہونے کی وجہ سے اسی موقعہ پر انصارِ مدینہ نے اپنے یہاں لیجانے کی پیش کش بھی فرمائی تھی، چنانچہ یہی بیعت ہجرت کا مقدمہ بھی تھی، اس لئے ہجری سن کی ابتداء ماہ محرم الحرام سے ہی قرار پائی۔

یوں بھی محرم الحرام اپنی فضیلت، عظمت اور شرف وبرکت کے لحاظ سے بڑی اہمیت کا حامل رہا ہے، اسی لئے ماہ مذکور میں جائز قتل وقتال سے بھی پرہیز کرنے کا شریعت نے حکم دیا ہے، چنانچہ ارشاد ربانی ہے: قل قتال فیه کبیر کہ اے نبی آپ کہہ دیجئے کہ اس میں قتال کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔

اسلامی تاریخ کے بہت سے اہم واقعات بھی اس مہینہ سے جڑے ہیں، لیکن افسوس کہ ایک طبقہ نے اسے ماتم ونوحہ خوانی کا مہینہ بنادیا ہے، بلاشبہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ بھی اسی ماہ میں پیش آیا جو انسانی تاریخ میں مظلوم شخصیت کے طور پر ہمیشہ زندہ رہیں گے، لیکن آپ کی شہادت میں بھی یہی پیغام مضمر ہے کہ باطل کے سامنے حق پسند ہی ہمیشہ ڈٹے رہیں گے اور ابدی سعادت مندی پاسبانِ حق کا نصیب رہے گی۔

صدائے قرآن

قربانی کی حقیقت و اہمیت

''قرآن وحدیث کے تناظر میں''

عبدالواجد رشیدی ندوی
خادم تدریس ورفیق ماہنامہ صدائے حق جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

یہ جان ومال جس کو ہم نادانی وجہالت کی بنیاد پر اپنا سمجھ بیٹھے ہیں، درحقیقت یہ ہماری ملکیت نہیں ہے، بلکہ یہ سب مالکِ حقیقی وخالق کون ومکاں کا ہے جس نے پوری کائنات کو عدم سے وجود بخشا، بالخصوص اس حالت میں جبکہ ہم اپنے جان ومال کو جنت کے عوض فروخت کر چکے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے: إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ. الخ۔ سُورَةُ التَّوبَة: ۱۱۱) یقیناً اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے ان کی جانیں اور انکے مال اس وعدہ پر خرید لئے ہیں کہ اس کے بدلہ ان کے لئے جنت ہے۔

یہی وہ چیز ہے کہ جس کی طرف حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے رہبری فرمائی: إِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ () لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ (سورۃ الانعام) کہ میری نماز میری قربانی اور میرا مرنا اور جینا اللہ پاک کے لئے ہے جو تمام جہانوں کے پالنہار ہے، اس کا کوئی ساجھی وشریک نہیں ہے اور مجھکو اسی کا حکم ہوا ہے اور میں سب سے پہلے اپنا سب کچھ اللہ پاک کے سپرد کرتا ہوں، اور اسکے آگے جھک جاتا ہوں، چنانچہ تاریخ عالم شاہد عدل ہے کہ آپ نے اپنے آپ کو بلا تردد وپس وپیش آگ کے حوالہ کر کے محض رب تعالیٰ کی خوشنودی کے خاطر ہم کو یہ سبق دیدیا کہ تسلیم ورضا کا اصلی پہلو یہی ہے، بلکہ بندہ اس کے بعد بھی تقصیرات سے خالی نہیں ہے، حق اور درست بات تو یہ ہے کہ:

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اور پھر اپنی تمناؤں کے سرچشمے بڑھاپے کی ٹیک وسہارا، آنکھوں کے نور، قلب وجگر کی ٹھنڈک یعنی اکلوتے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ الصلاۃ والسلام کو مالکِ حقیقی کے حکم کی بنا پر زمین پر پیشانی کے بل پچھاڑ کر اور اسکی گردن پر بلا کسی رنج وحزن کے چھری چلا کر ہمیں سچی وفاداری اور جذبۂ عبودیت کے انتہائی مقام سے آگاہ ومطلع فرمادیا، اور یہ بتلا دیا کہ اللہ کی بابت خوب محنت ومجاہدہ کرو، لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰى تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ ۞ .سُوۡرَةُ اٰلِ عِمۡرَانَ ۹۲/) تم بھلائی ونیکی کو ہرگز نہ پاسکو گے جب تک کہ اپنی محبوب چیز کو تم خرچ نہ کروگے) کی حقیقت سے واقف کردیا:

یہ شہادت کہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

چنانچہ حضرت اسماعیل ذبیح اللہ نے حق جل مجدہ کی راہ میں بے خوف وخیال اپنی جان عزیز کو پیش کرکے اِفۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیۡنَ آپ کو جو حکم دیا کر گزرئے اگر اللہ نے چاہا تو آپ مجھکو جمنے والوں میں سے پائیں گے) بھولا ہوا سبق یاد دلا دیا، اور بتلا دیا کہ جمنے کے بعد ہی کامیابی حاصل ہوسکتی ہے، نیز اس سے ہمیں بھی سچی وفاداری وتابعداری کا درس دیدیا اور اشارہ کردیا کہ اطاعت شعاری اور وفاداری میں ہی کامیابی مضمر وپوشیدہ ہے: ارشاد باری تعالی ہے: فَلَمَّاۤ اَسۡلَمَا وَتَلَّهٗ لِلۡجَبِيۡنِ (۱۰۳) وَنَادَيۡنٰهُ اَنۡ يّٰۤاِبۡرٰهِيۡمُ (۱۰۴) قَدۡ صَدَّقۡتَ الرُّءۡيَا ۞ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجۡزِى الۡمُحۡسِنِيۡنَ (۱۰۵) (سُوۡرَةُ الصَّآفَّات)۔

جب حضرت ابراہیمؑ وحضرت اسماعیلؑ کے سامنے حقیقت اسلامیہ ظاہر ہوئی تو دونوں نے اپنی گردنیں جھکادیں اور حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسماعیلؑ کو ماتھے کے بل زمین پر پٹک دیا تو ہم نے پکارا کہ اے ابراہیم بس کرو تم نے اپنا خواب سچ کردکھایا، ہم حقیقت اسلامیہ کے ایسے ہی مدارج صاحبان ایمان واحسان کو دیا کرتے ہیں۔

اے ابراہیم شاباش! تم نے خواب سچ کردکھایا اب ہم اس کو منسوخ کردیتے ہیں بس انکو چھوڑ دو اور ایک دُنبہ جو کہ جنت سے لایا گیا تھا، اسکو ذبح کردو، اس طرح باپ بیٹوں نے اللہ پاک کی رضا وخو

شنودی کو حاصل کیا، اور پوری ملتِ اسلامیہ کے لئے نمونہ عمل بن کر اور اپنے رب کو راضی وخوش کردیا، اور یہ قربانی اسی وقت سے آج تک اور قیامت تک کے لئے سنت بن گئی، چنانچہ اس عمل کو حضرت ابراہیمؑ کی سنت قرار دیا گیا، ایک مرتبہ حضرات صحابہ نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ حضرت یہ قربانی کیا چیز ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ حضرت ابراہیمؑ کی سنت ہے، الخ۔

اس سنت پر عمل کب ہوتا ہے؟ یہ مبارک عمل ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو ہوتا، اس دن ملتِ اسلامیہ اپنے عشق کا شاندار مظاہرہ کرتی ہے، اور دُنیا والوں کو حیرت زدہ کردیتی ہے قرآن کریم میں اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں: فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ (سُورَۃُ الْکَوْثَرِ / ۲) اس آیت کریمہ میں حضرت نبی کریم ﷺ کے واسطے اُمت کو حکم ہو رہا ہے کہ آپ اپنے رب کے لئے نماز پڑھئے اور اور قربانی کیجئے۔

اللہ پاک نے اس کریمہ میں دو کاموں میں مشغول ہونے کی خاص تلقین فرمائی ہے، ایک نماز، دُوسرے قربانی، نماز بدنی اور جسمانی عبادتوں میں سب سے بڑی عبادت ہے اور قربانی مالی عبادتوں میں سے ہے اور اس بنا پر خاص امتیاز اور اہمیت رکھتی ہے کہ اللہ کے نام پر قربانی کرنا بت پرستی کے خلاف ایک بڑا زبردست معرکہ ہے، مشرکین بتوں کے نام پر قربانی کرتے تھے، اللہ تعالیٰ شانہ نے اپنے نبی ﷺ اور آپ کے توسط سے آپ کی اُمت کو حکم دیا کہ اللہ کے نام سے قربانی کیا کریں۔

لفظ نحر عربی زبان میں اُونٹوں کو ذبح کرنے کے لئے استعمال ہوتا تھا، اہل عرب کے نزدیک اُونٹ بڑا قیمتی مال سمجھا جاتا تھا، اس آیت میں اُونٹ ذبح کرنے کا حکم دیا ہے، گائے اور بکری کی قربانی بھی مشروع ہے، جو احادیث مبارکہ سے ثابت ہے، ایام حج میں منیٰ میں پورے عالم میں ذی الحجہ کی ۱۰، ۱۱، ۱۲ تاریخوں میں اللہ کی رضا کے لئے قربانیاں کی جاتی ہیں چونکہ لفظ لِرَبِّکَ بھی ساتھ ہی لایا گیا ہے، اس لئے مطلق ذبح کرنا مراد نہیں ہے، بلکہ اصلی اور حقیقی قربانی وہی ہے، جس سے اللہ کی رضا مقصود ہو، ارشاد باری تعالیٰ ہے: لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَلَا دِمَاؤُھَا وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ. سُوْرَۃُ الْحَجِّ / ۳۷) اللہ کو ہرگز نہیں پہونچتا اُن کا گوشت اور اُن کا خون، ہاں لیکن اس کے پاس تمہارا تقویٰ پہونچتا ہے۔

اسی وجہ سے قربانی کرنے والوں کو اس بات کی بطورِ خاص تلقین کی گئی ہے کہ وہ اپنی نیتوں کو بالکل خالص کرلیں، اللہ پاک مکمل اخلاص اور صحیح نیت کے ساتھ اس مبارک عمل کو کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

صدائے حدیث

محرم الحرام ۔فضیلت واہمیت

ابوحذیفہ گنگوہی

صحیحین میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے موقع پرایک خطبہ دیا جس میں آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: زمانہ لوٹ کر پھراپنی ہیئت پرآ گیا جس پر اس دن تھا جس دن کہ حق تعالیٰ نے آسمان وزمین کو پیدا کیا تھا، سال کے بارہ مہینے ہیں جن میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں، تین مہینے مسلسل ہیں، ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم الحرام اور چوتھا مہینہ رجب ہے جو جمادی الثانیہ اور شعبان کے درمیان ہے(صحیح بخاری، صحیح مسلم، رقم الحدیث:۱۶۷۹)۔

امام مسلمؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشادفرمایا: أَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ شَهْرِ رَمَضَانَ شَهْرُ اللّٰهِ الَّذِي تَدْعُوْنَهُ الْمُحَرَّمَ وَأَفْضَلُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ قِيَامُ اللَّيْلِ :ترجمہ:ماہِ رمضان کے بعدسب سے افضل روزے اللہ کے اس مہینے کے ہیں جس کو تم محرم کہتے ہو،اور فرض نمازوں کے بعد سب سے افضل نماز تہجد کی نماز ہے۔

اس حدیث پاک میں نبی اکرم ﷺ نے محرم کو"اللہ کا مہینہ" کہا ہے، جو اس ماہ کی عظمت اور شرف وفضیلت پر دلالت کرتا ہے، نیز اس ماہ کے روزوں کو رمضان کے روزوں کے بعد سب سے افضل فرمایا ہے، جیسا کہ فرض نمازوں کے بعد نماز تہجد کو سب سے افضل قراردیا ہے۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں:" إن الله افتتح السنة بشهر حرام واختتمها بشهر حرام فليس شهر في السنة بعد شهر رمضان اعظم عند الله من شدة تحريمه" حق تعالیٰ نے سال کا آغاز عظمت والے مہینے سے کیا اور اختتام بھی عظمت والے مہینہ پر کیا، پس سال بھر میں رمضان المبارک کے مہینہ کے بعد عظمت وحرمت میں ماہِ محرم سے بڑھ کر کوئی دوسرا مہینہ نہیں ہے، ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ماہ محرم کو اللہ کا مہینہ فرمایا: حضرت علیؓ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا، ایک صحابی آئے اور انہوں نے دریافت کیا، اے اللہ کے رسول! رمضان کے بعد وہ کونسا مہینہ ہے کہ جس کے روزہ کا آپ مجھے حکم دیتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: إِنْ كُنْتَ صَائِمًا بَعْدَ شَهْرِ رَمَضَانَ فَصُمِ الْمُحَرَّمَ فَإِنَّهُ شَهْرُ اللّٰهِ فِيْهِ يَوْمٌ تَابَ اللّٰهُ

فِيهِ عَلٰى قَوْمٍ وَيَتُوْبُ فِيهِ عَلٰى قَوْمٍ آخَرِيْنَ (رواہ الترمذی، الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۳۶۴)۔

اگر تم ماہ رمضان کے بعد کسی اور ماہ کا روزہ رکھنا چاہتے ہو تو محرم کا روزہ رکھو، کیوں کہ یہ اللہ کا مہینہ ہے، اس مہینہ میں ایک ایسا دن ہے کہ جس میں اللہ نے ایک قوم کی توبہ کو قبول کیا تھا اور اس دن میں ایک دوسری قوم کی توبہ کو قبول کرے گا۔

یوم عاشوراء کا روزہ اور اس کی فضیلت

''عاشورا'' محرم الحرام کی دسویں تاریخ کو کہتے ہیں اس دن روزہ رکھنے کی بڑی فضیلت ہے، حضرت ابوقتادہؓ سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: صِيَامُ عَاشُوْرَاءَ أَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِيْ قَبْلَهُ (رواہ مسلم) یعنی میں حق تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں کہ عاشوراء کا روزہ گذشتہ ایک سال کے (صغیرہ) گناہوں کا کفارہ بن جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ عاشوراء کے روزوں کا خصوصی اہتمام فرمایا کرتے تھے، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں "مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ يَتَحَرّٰى صِيَامَ يَوْمٍ فَضَّلَهُ عَلٰى غَيْرِهِ إِلَّا هٰذَا الْيَوْمَ صَامَ عَاشُوْرَاءَ وَهٰذَا الشَّهْرَ يَعْنِيْ شَهْرَ رَمَضَانَ " (متفق علیہ) میں نے رسول اللہ ﷺ کو عاشوراء اور رمضان کے روزوں کے علاوہ فضیلت والے کسی دن کے روزے کا اس قدر اہتمام کرتے نہیں دیکھا۔

صوم عاشوراء کی تاریخی اہمیت

عن ابن عباسؓ ان النبی ﷺ قدم المدینۃ فوجد الیہود صیاماً یوم عاشوراء فقال لہم رسول اللہ ماھذا الیوم الذی تصومونہ ؟ فقالوا: ھذا یوم عظیم، انجا اللہ فیہ موسیٰ وغرق فرعون وقومہ فصامہ موسیٰ شکراً فنحن نصومہ ، فقال رسول اللہ ﷺ فنحن احق واولیٰ بموسیٰ منکم فصامہ رسول اللہ ﷺ وامر بصیامہ۔

حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو یہودیوں کو یوم عاشوراء کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا، تو آپ نے ان سے پوچھا کہ تم یوم عاشوراء کا روزہ کیوں رکھتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ وہ عظیم دن ہے جس دن اللہ رب العزت نے ہمیں حضرت موسیٰؑ کے ذریعہ (فرعون سے) نجات دی اور فرعون اور اس کی قوم کو غرق کر دیا، تو اسی دن حضرت موسیٰؑ نے شکرانے کے طور پر روزہ رکھا تھا لہذا ہم بھی ان کی اتباع میں روزہ رکھتے ہیں، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ ہم موسیٰؑ کی پیروی کے تم سے زیادہ مستحق ہیں، پھر

اس دن آپ نے روزہ رکھا اور صحابہ کرام کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

شروع زمانہ اسلام میں یہ روزہ فرض تھا مگر رمضان کے روزوں کی فرضیت کے بعد یہ منسوخ ہوگیا تھا، البتہ اس کا استحباب اور فضیلت ابھی بھی باقی ہے، جس کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ آخری عمر تک اس کا اہتمام فرماتے رہے، حضرت حفصہؓ فرماتی ہیں: چار چیزیں رسول اللہ ﷺ کبھی ترک نہیں فرماتے تھے (۱) عاشوراء کے روزے (۲) عشرۂ ذی الحجہ کے روزے (۳) ہر مہینے کے تین دن (ایام بیض) کے روزے (۴) فجر سے پہلے کی دو سنتیں (رواہ النسائی واحمد)۔

مگر چوں کہ اس روز یہود بھی روزہ رکھتے تھے اس لئے ان کی مشابہت سے بچنے کے لئے آپ نے اپنی وفات سے ایک سال قبل ارشاد فرمایا تھا: صُوْمُوْا عَاشُوْرَاءَ وَخَالِفُوْا الْيَهُوْدَ صُوْمُوْا قَبْلَهٗ يَوْمًا وَبَعْدَهٗ يَوْمًا ، رَوَاهُ أَحْمَدُ (اعلاء السنن ج۹ ص۱۷۸) تم یوم عاشوراء کا روزہ رکھو لیکن یہودیوں کی مخالفت کرو (وہ اس طرح) ایک دن پہلے یا ایک دن بعد (کو ملا کر) رکھو۔ اس لئے دسویں تاریخ کے ساتھ نویں یا گیارہویں تاریخ کا روزہ ملانا چاہئے تاکہ یہودیوں کی مخالفت ہوجائے۔

اہل وعیال کے رزق میں وسعت

محرم الحرام کی دسویں تاریخ کو اپنے اہل وعیال کے کھانے پینے میں وسعت وفراخی سے کام لینا چاہئے حدیث پاک میں اس کی تعلیم دی گئی ہے، جس کی برکت سے حق تعالیٰ پورے سال رزق میں وسعت اور فراخی کے دروازے کھول دیتا ہے، حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَنْ أَوْسَعَ عَلٰى عِيَالِهٖ وَأَهْلِهٖ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ أَوْسَعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ سَائِرَ سَنَتِهٖ (رواہ البیہقی، الترغیب والترہیب ۱۱۵/۲) جو شخص عاشوراء کے دن اپنے اہل وعیال پر کھانے پینے کے سلسلہ میں فراخی اور وسعت سے کام لے گا تو حق تعالیٰ پورے سال اس کے رزق میں وسعت عطا فرمائیں گے۔

علاوہ ازیں دیگر بہت سی احادیث سے بھی اس مہینہ کی فضیلت اور اس کی دسویں تاریخ کا بابرکت ہونا ثابت ہوتا ہے، مگر اس کے باوجود ایک جماعت اس مبارک مہینہ کو منحوس سمجھتی ہے اور شہادتِ حسینؓ کے واقعہ کو بنیاد بنا کر سینہ کوبی، مرثیہ خوانی، تعزیہ داری جیسی بدعات وخرافات اور حرام کاموں کو دین اور ثواب کا کام سمجھ کر انجام دیا جاتا ہے، حق تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ان خرافات سے بچائے اور دین اسلام پر صحیح اور مسنون طرز عمل کے ساتھ چلنے کی توفیق ارزانی فرمائے آمین۔

افادات (شرح ترمذی سے ماخوذ)

باب كراهية الاستنجاء باليمين

[طلباء کے لئے]

حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب قاسمی نقشبندی

محدث وناظم جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

حدثنا محمدُ بنُ ابی عمر المکیُّ نا سفیان بن عینۃ عن معمرٍ عن یحیٰ بن ابی کثیر عن عبداللہ بن ابی قتادۃ عن ابیہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہیٰ ان یمسَّ الرجلُ ذکرہٗ بیمینہ۔

احوالِ رُواۃ

محمد بن ابن عمر المکی: آپ محمد بن یحی بن ابی عمر المکی ہیں، نزیل مکہ معظمہ (زادھا اللہ شرافۃ) یقال ابا عمر کنیۃ یحیٰ، صدوق صنف المسند ولازم ابن عیینۃ، لکن قال ابو حاتم فیہ غفلۃ (کذا فی التقریب ، ص:۳۲۳) وقال فی الخلاصۃ روی عن فضیل بن عیاض معاویۃ وخلق وعنہ مسلم والترمذی وابن ماجۃ ۲۴۳ھ میں انتقال ہوا، ثقۃ ثبت فاضل لکنہ یدلس ویرسل عن الخامسہ (ص ۳۶ تحفہ) اور ابن حجرؒ نے تہذیب التہذیب ، ص:۴۵۷، میں مفصل تذکرہ کیا ہے، شیخ ابن ابی حاتم نے اپنے والد ابو حاتم سے نقل کیا ہے کہ وہ نیک صالح آدمی تھے، لیکن ان میں غفلت تھی، میں نے ان کے پاس ایک موضوع حدیث دیکھی ہے، جس کو وہ سفیان بن عیینہؒ سے نقل کرتے تھے، ذکرہ ابن حبانؒ فی الثقات، امام بخاریؒ نے ان سے تعلیقاً روایات لی ہیں اور حافظ نے ان کی کنیت ابو عبداللہ لکھی ہے۔

سفیان بن عیینۃ: سفیان بن عیینہؒ کے احوال گذر چکے ہیں۔

معمر: آپ معمر بن ارشد الازدی البصری ہیں نزیل الیمن، ثقۃ فاضل ثبت (تحفہ ، ص:۳۶) اور تہذیب التہذیب ، ص:۲۱۸، ج:۱۰، میں ہے آپ کی کنیت ابو عروہ ہے، یمن میں رہے، حسن بصریؒ کے جنازہ میں شریک ہوئے ہیں، ثابت البنانی، قتادہ، زہری اور عاصم الاحول سے روایت کرتے ہیں اور آپ سے بھی نقل کرنے والے بہت ہیں، عجلی نے ثقہ اور رجلِ صالح کہا ہے، یعقوب بن شیبہ نے کہا ہے کہ معمر ثقہ و صالح ہیں ، ثبت ہیں، ابن حبانؒ نے ثقات میں لکھا ہے اور کہا ہے آپ فقیہ، حافظ، متقن، ورع تھے، امام نسائی نے ”ثقہ مامون“ کہا ہے، ابن

جرتیح سے مروی ہے کہ اس شخص کو لازم پکڑ لو کہ اس وقت ان سے بڑا عالم نہیں ہے (تہذیب ص: ۲۲۰ رج: ۱۰)۔

یحییٰ بن ابی کثیرؒ: آپ کی کنیت ابونصر ہے، قبیلہ طے کی طرف نسبت ولاء کی وجہ سے ''طائی'' کہلاتے ہیں، یمامہ کے رہنے والے چوٹی کے عالم ہیں، ابوامامہ باہلی سے آپ کی روایت مسلم شریف میں موجود ہے اور انس بن مالکؓ سے بھی آپ نے سماع حدیث کیا ہے، آپ تابعی ہیں، امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ جب یحییٰ اور زہری کا اختلاف ہو جائے تو یحییٰ کی بات کا اعتبار ہے، ابوحاتمؒ کہتے ہیں کہ آپ قابل اعتماد امام ہیں اور قابل اعتماد راوی سے ہی روایت لیتے ہیں، ایوب سختیانیؒ نے فرمایا ہے کہ اب زمین پر یحییٰ جیسا کوئی آدمی باقی نہیں ہے، بنوامیہ کی تنقیص کرنے کے باعث مصائب میں مبتلاء ہوئے، انہیں زدوکوب کیا گیا اور داڑھی بھی مونڈی گئی، ایک جماعت نے کہا ہے آپ نے ۱۲۹ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا ہے (تذکرۃ الحفاظ ص: ۱۱۸ رج: ۱)۔

عبداللہ بن ابی قتادہؓ ابوابراہیم الانصاری السلمیؒ: اپنے والد محترم ابوقتادہؓ اور حضرت جابرؓ سے روایت کرتے ہیں اور آپ سے عبدالعزیز بن رفیع، زید بن اسلم اور ایک جماعت نے حدیث نقل کی ہے، امام نسائیؒ اور ابن سعدؒ نے توثیق کی ہے اور کہا ہے کہ آپ قلیل الحدیث تھے ۹۵ھ میں انتقال ہوا ہے، ان کے والد ابوقتادہؓ ہیں، نام حارث ہے یا نعمان ہے، اور کہا گیا ہے کہ عمرو بن ربعی ہے، الانصاری الخزرجی السلمی، فارس رسول اللہ ﷺ سے معروف ہیں، آپ بدر میں شریک ہوئے یا نہیں، اس میں اختلاف ہے، البتہ آپ بالاتفاق احد میں شریک ہوئے اور اس کے بعد کے غزوات میں بھی شریک رہے ہیں، واقدی نے لکھا ہے کہ ابوقتادہ نے فرمایا مجھے رسول اللہ ﷺ نے ''ذی قرد'' کے دن دیکھا اور میرے لئے شعر و بشر میں برکت کی دعاء فرمائی، اور فرمایا: افلح وجھک ایک رات انہوں نے نبی اقدس ﷺ کی نگہبانی کی تو آپ نے ان کیلئے دعاء فرمائی اللھم احفظ ابا قتادہ کما حفظ نبیک ھذہ اللیلۃ، آپ کے فضائل بکثرت ہیں، ان کی ۷۰ احادیث پر شیخین کا اتفاق ہے اور صرف بخاری شریف میں دو اور مسلم شریف میں آٹھ احادیث ہیں، ۵۴ھ میں ۷۰ سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں انتقال ہوا (المنہل ص: ۱۲۰ رج: ۱)۔

تشریح حدیث: اس حدیث شریف میں ''مس ذکر بالیمین'' کی ممانعت مذکور ہے، بقول صاحب المنہل علامہ مناویؒ نے کہا ہے کہ عندالشوافع نہی اس میں تنزیہی ہے، اور اصحاب الظواہر اور حنابلہ کے نزدیک تحریمی ہے، صاحب ''معارف السنن'' نے فرمایا ہے کہ استنجاء بالیمین کی نہی عندالجمہور تنزیہی ہے اور ظاہریہؒ کے نزدیک تحریمی ہے اور یہی شوافع کے ایک گروہ کی رائے ہے اور یہی حنابلہ کی ایک وجہ ہے، حتیٰ کہ اگر داہنے ہاتھ سے استنجاء کرے گا تو جائز نہ ہوگا، جیسا کہ شیخ حسین ناصرؒ نے اپنی کتاب ''البرہان'' میں نقل کیا ہے، لیکن احنافؒ کے نزدیک بلا عذر شرعی

داہنے ہاتھ کا ایسی جگہ استعمال کرنا برا ہے، مکروہ تنزیہی سے اور مکروہ تحریمی کے درمیان اسائت کا درجہ ہے، لیکن اگر عذر ہے کہ چوٹ لگی ہے، یا داہنا ہاتھ ہی نہیں ہے تو پھر کوئی مسئلہ نہیں ہے، بلا عذر شرعی ایسا کرنا گناہ ہے، تو جمہور علماء کے نزدیک ممانعت تنزیہی ہے، یہاں ترجمۃ الباب انہی روایات سے ثابت ہیں جن میں قید ہے، جیسے بخاری ومسلم وابوداؤد، واحمد کی روایت ہے، صاحب بدائع الصنائع نے فرمایا ہے: الاستنجاء بالاحجار او مایقوم مقامھا سمی الکرخیؒ الاستنجاء استجماراً انھو طلب الجمر فوھی الحجر الصغیر والطحاوی سماہ استطابۃ وھی طلب الطیب وھو الطھارۃ والاستنجاء وھو طلب طھارۃ القبل والدبر من النجو وھو مایخرج من البطن ویجوز ان یکون الفعل الواحد لہ جھتان مختلفتان فیکون بجھۃ کذا فی جھۃ الخ افراد کیونکہ داہنے ہاتھ میں خاص شرف ہے، شرع متین نے اچھے کاموں کیلئے یمین کو اور برے کاموں کیلئے یسار کو متعین کردیا ہے، یہ تقسیم عمل انسان کے فطری ذوق کے مناسب ہے، دائیں کی شرافت فطری ہے، کیونکہ اگر اسی ہاتھ سے استنجاء کرے اور اسی ہاتھ سے کھانا کھائے تو سارا مزہ خراب ہوجائے گا، نیز دائیں ہاتھ میں قوت یسار کے مقابلہ زیادہ ہے، یہ بھی اس کی شرافت کی ایک وجہ ہوسکتی ہے، احادیث شریفہ میں رسول اللہ ﷺ نے داہنا ہاتھ کھانے اور شرافت کی اشیاء کیلئے رکھا تھا اور یسار کو نجاست، اذیٰ، ادنیٰ، مس وانجاس کی تطہیر کیلئے، چنانچہ حدیث عائشہؓ میں تصریح ہے: کانت ید رسول اللہ ﷺ الیمنی لطھورہ وطعامہ وکانت یدہ الیسری لخلاء وماکان من اذی (اخرجہ اصحاب السنن) یمین اور تیامن کو رسول اللہ ﷺ نے ابواب البر میں رکھا ہے، جیسے لبس ثوب ہے، لبس خف ہے، دخول مسجد ہے، سواک ہے، اکتحال ہے، تقلیم الاظفار ہے، ترجیل الشعر ہے، نتف ابط ہے، حلق شعر ہے، خروج من الخلاء ہے، اکل وشرب ہے، مصافحہ ہے، استلام حجر اسود ہے، سلام من الصلاۃ ہے۔ اس کے برخلاف دخول خلاء، خروج من المسجد، استنجاء، خلع سراویل، خف وغیرہ وغیرہ امور کیلئے یسار ہے۔

پھر یہ بھی یاد رکھئے کہ ممانعت میں قبل اور دبر دونوں مساوی ہیں، نھی ان یمس الرجل ذکرہ بیمینہ الخ یہاں ذکر کی قید ہے مگر یہ احترازی قید نہیں ہے، بالاتفاق فرج کا حکم بھی یہی ہے، پھر یہاں رسول کریم ﷺ سے منع مطلقاً ثابت ہے، اور دوسری روایت میں پیشاب کے وقت داہنے ہاتھ سے نہ پکڑے وہاں "اذا بال" کی قید ہے، ایسے ہی بخاری شریف میں حضرت امام بخاریؒ نے باب باندھا ہے "باب لایمسک ذکرہ بیمینہ اذا بال" نیز تیسری روایت "اذا اتی الخلاء فلایمس ذکرہ بیمینہ" میں اتیان خلاء بھی بول سے کنایہ ہے، یہ روایت نسائی شریف میں ہے، اس میں ہے واذا اتی الخلاء فلایمس ذکرہ بیمینہ،

حاصل یہ ہے کہ بعض روایات میں بلا قید ہے جیسے ترمذی شریف کی روایت میں اور بعض روایات میں "اذا بال کی قید ہے"، اس لئے بعض لوگوں نے عموم پر اور بعض نے خصوص پر محمول کیا ہے۔ بعض روایات میں تصریح ہے کہ نبی پاک ﷺ سے معلوم کیا گیا تو آپ نے فرمایا: إن هو الا بضعة منك لہذا معلوم ہوا خاص حالت مراد ہے اور اذا بال احتراز کیلئے ہے، اور بعض نے عموم پر محمول کیا ہے کہ جب ممانعت بول میں بھی ہے تو دوسری حالتوں میں بدرجہ اُولیٰ ممنوع ہوگا اور عموم ہوگا۔ کیونکہ وہ حاجت کا موقع ہے، تو دوسرے حالات میں بدرجۂ اولیٰ ممانعت ہوگی۔

اس کے بعد حدیث شریف کے سلسلہ میں ایک بحث ہے، علامہ خطابیؒ نے لکھا ہے کہ بعض روایات میں استنجاء بالیمین سے منع کیا گیا ہے اور بعض میں مطلقاً مسِ ذکر سے منع کیا ہے، لہذا اگر یسار سے استنجاء کرے گا تو مسِ ذکر بالیمین لازم آئے گا اور اگر یسار سے مسِ ذکر کرے گا تو استجمار بالیمین لازم آئے گا، حالانکہ نہی دونوں کو شامل ہے، پھر اس کا دفعیہ خود علامہ خطابیؒ نے یوں بتایا ہے کہ اشیاء غلیظ اور صلبیہ کا استعمال کرے، اس طریقے سے کہ سرین زمین پر رکھ کر ایڑیوں میں ڈھیلا لیکر ذکر کو بائیں ہاتھ سے ڈھیلے پر پھیر لے، دوسری صورت یہ ہے کہ ذکر کو دیوار وغیرہ پر رگڑے، صرف یہ دو صورتیں ہیں استنجاء بالیمین سے اجتناب کی کہ ان دونوں صورتوں میں نہ مسِ ذکر ہے اور نہ استنجاء بالیمین ہے، علامہ طیبیؒ نے فرمایا جواب دیتے ہوئے کہ استنجاء بالیمین کی نہی تغوط کیلئے ہے پیشاب کے لئے نہیں ہے، مگر علامہ طیبیؒ کی تخصیص بلا مخصص ہے، کیونکہ استنجے کا اطلاق دونوں پر ہے اس میں بول وغائط دونوں شامل ہیں، نیز حدیث شریف میں اس کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ قال الطيبي النهي عن الاستنجاء باليمين مختص بالدبر والنهي عن المس مختص بالذكر (عمدۃ، ص۲۹۶، ج۲) ولا يتمسح بيمينه فتح البارى ص ۲۵۳، وقد اشار البخارى هنا بحثاً وبالغ فى التجبج به الى ان قال ومحصل الايراد ان المستجمر متىٰ استجمر بيساره استلزم مس ذكره بيمينه ومتىٰ امسكه بيساره استلزم استجماره بيمينه، ثم اجاب مثال محصل الجواب انه يقصد الاشياء الضخمة التى لاتزول بالحركة كالجدار ونحوه، قال الحافظ فى فتح البارى ص: ۲۵۳، ج: ۱، هذه هيئة منكرة بل يتعذر فعلها فى غالب الاوقات، ثم قال والصواب الصورة التى اوردها الغزالى فى الوسيط والبغوى فى التهذيب انه يمرّ العضو بيساره على شيئ يمسكه بيمينه وهى قارورة غير متحركة فلايعد مستجمراً باليمين ولا ماشياء بها ومن ادعى انه فى هذه الحالة يكون مستجمراً باليمين فقط غلط انما هو كمن صب بيمينه الماء على يساره حال الاستجمار (فتح البارى ص: ۲۵۳، ج: ۱)۔

علامہ خطابیؒ نے جس ہیئت کو لکھا ہے وہ بالکل منکر صورت ہے ہر جگہ یہ صورت ممکن نہیں ہے، خود ذات کے

اعتبار سے منکر ہے اور استعمال کے اعتبار سے معتد رہے، اس لئے امام الحرمینؒ نے اور امام غزالیؒ نے "وسیط" میں اور بغویؒ نے "تہذیب" میں فرمایا ہے کہ جب یہ صورت نہیں ہو سکتی ہے تو یوں کرے کہ داہنے ہاتھ میں ڈھیلا لے اور بائیں سے ذکر پکڑ کر ڈھیلے پر رگڑے اس میں استنجاء بالیمین نہیں ہوگا، چونکہ داہنے ہاتھ کا مس ہی نہیں ہوگا، کیونکہ یہ تو ایسا ہے جیسا کہ لوٹے سے قُبل یا دبر کو دھونے کیلئے پانی ڈالتے ہیں، مولانا علامہ بحر العلوم نے "رسائل الارکان" میں اور بذل میں بھی مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوریؒ نے علامہ خطابیؒ کا اعتراض و جواب ذکر کر کے تعجب کا اظہار کیا ہے اور کہا ہے کہ اس اشکال کا منشاء کیا ہے؟ کیونکہ ہمارے زمانہ میں بلا تکلف استنجاء کرتے ہیں اور دونوں میں سے کسی بھی نہی کے مرتکب نہیں ہوتے نہ مسِ ذکر اور نہ استنجاء بالیمین کے، بلکہ داہنے ہاتھ سے مس بھی نہیں ہوتا اور بائیں سے استنجاء کر لیتے ہیں اور بچہ بچہ اس کا استعمال جانتا ہے، مگر ایک بات قابلِ غور یہ ہے کہ تمام اجلہ محدثین علامہ خطابی کے بعد امام غزالیؒ، امام الحرمینؒ، علامہ ابن دقیق العیدؒ اور دیگر فقہاءِ عظام حنفیہ میں سے بھی جیسے امام طحاویؒ ہیں اس اشکال کو تسلیم کرتے ہیں اور اس کی توجیہات کرتے ہیں، پھر تعجب کیا ہے؟ بات یہ ہے کہ علامہ خطابیؒ کے ذہن میں کیفیتِ استنجاء وہ ہے، ایسے ہی ان کے مویدین کے ذہن میں جو ہمارے ذہن میں نہیں ہے، علامہ خطابیؒ کے ذہن میں کیفیت استنجاء وہ ہے جو دُبر میں ہے کہ اقبال وادبار کے ساتھ ڈھیلے کو آگے پیچھے کر کے استعمال کرے، اس طریقے کے ساتھ یہ کیفیت ان کے ذہن میں نہیں ہے کہ محض ڈھیلے کو ذکر سے ملحق کرے جیسا کہ ہمارے زمانہ میں ہے، یہی "لمعات التنقیح" میں ہے کہ علامہ خطابیؒ کی مراد اس طرح کا استنجاء ہے کہ مثل دبر کے اقبال وادبار کے ساتھ قبل میں استعمال کرے تا کہ ذکر کے حشفہ پر پیشاب نہ پھیلے۔

اس کے بعد ایک بات اور سمجھو! کہ ہمارے فقہاء جیسے صاحب البحر الرائق فرماتے ہیں کہ استنجاء اس طرح کرے کہ داہنے ہاتھ میں پتھر پکڑے اور بائیں سے استنجاء کرے مگر پتھر کو حرکت نہ دے، یمین کی معاونت کے بغیر، اسوقت یہ یمین سے استنجاء کرنے والا شمار نہیں ہوگا، مگر علامہ بحر العلومؒ "رسائل الارکان" ص:۵۰ پر لکھتے ہیں: یہ تکلف ہے، اصوب اور اسہل طریق یہ ہے کہ پتھر بائیں سے پکڑے اور مخرج بول سے ملحق کر کے رکھے، یمین سے معاونت نہ لے اور جب تک وہ خشک نہ ہو جائے اور رطوبتِ بول کے ذرات بند نہ ہو جائیں نہ ہٹائے (کذا فی معارف السنن ص:۱۱۱ ج:۱) بہر حال شارع کی غرض داہنے ہاتھ کو بچانا ہے، ایک وجہ اس کی علامہ عینیؒ کے حوالہ سے اوپر آچکی ہے، قلت النھی للتنزیہ عند الجمھور لان النھی فیہ لمعنیین احدھما لرفع قدر الیمین والآخر انہ لو باشر النجاسۃ بھا یتذکر عند تناولہ الطعام الخ (عمدۃ القاری ص:۲۹۶ ج:۲)۔

مضامین

خیرِ امت کے مصداق

مولانا مفتی محمد احسان رشیدی بہٹوی
استاذ جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

آج ہر ایک آدمی کی زبان پر یہ بات ہے کہ امت پستی میں گرتی چلی جارہی ہے، ہر مجلس اور محفل میں اس کا شکوہ کیا جاتا ہے کہ ہمارا پیراگراف ہر روز نیچے آرہا ہے، بلندیوں رفعتوں کے بامِ عروج پر پہونچنے والی یہ امت آج اپنے معیار پر باقی نہیں رہی، دینی دنیاوی ترقیات کے تمام میدانوں میں بے جان ثابت ہورہی ہے، آخر ایسا کیوں ہے؟ کوئی کہتا ہے کہ ہمارے پاس طاقت کی کمی ہے، کسی کا خیال یہ ہوتا ہے کہ ہم لوگ غریب ہیں ہمارے پاس پیسے کی کمی ہے، کوئی یہ تصور کئے بیٹھا ہے کہ ہم حکومت پر فائز نہیں، اگر ہمارے ہاتھ میں حکومت ہو تو ہم کامیاب ہوجائیں گے، کسی کی سوچ یہ ہے کہ ہمارے اندر سیاسی سوجھ بوجھ نہیں ہے، کسی کی زبان پر ہے کہ ہم ٹیکنالوجی اور سائنسی میدان میں نہیں ہیں، کوئی کہتا ہے کہ ہم سرکاری ملازمتوں اور سرکاری محکمہ جات میں نہیں ہیں، دینی شعور رکھنے والے حضرات کہتے ہیں کہ ہم میں اتحاد واتفاق نہیں ہے، نیز کہتے ہیں کہ دین داری کی کمی ہے، علماء کے ایک بڑے طبقہ کا رجحان ہے کہ علم کی کمی کی وجہ سے ایسا ہورہا ہے، اہل اللہ اور صوفیاء کی نظر اس پر جاتی ہے کہ یہ سارا فساد تزکیۂ نفس کی کمی کی وجہ سے آیا ہے، تاہم قرآن وحدیث میں غور وفکر کرتے ہیں اور ائمہ مجتہدین محدثین مفسرین کی آراء سے استفادہ کرکے ہم کسی نتیجہ پر پہونچتے ہیں، سب سے پہلے ہم یہ سوچتے ہیں کہ آخر امت کا پیراگراف کیسے بلند ہو اور امت اپنے معیار پر کیسے قائم ہو، عصرِ حاضر میں اس بات کو ہمہ وقت ذہن نشین رکھنا بہت ضروری ہوگیا ہے اور سوچتے ہوئے عمل بھی لازمی ہے، صرف تقریر وتحریر تک محدود نہیں رہنا چاہئے۔

امت کا معیار کیوں گر رہا ہے انما الاعمال بالنیات ، وما امروا الا لیعبدو الله مخلصین له الدین۔

۱) اخلاص کی کمی ہے، اللہ جل شانہ نے تمام انبیاءؑ کو اس بات کا پابند بنایا کہ اپنے نفسانی جذبات سے بالاتر، بے لوث، بے غرض ہو کر بغیر کسی دنیاوی مفاد کو ذہن میں رکھے لوگوں کی خیر خواہی کریں، لہذا اپنے حال پر بخوبی دھیان دیا جاسکتا ہے کہ ہم اخلاص کے کس معیار پر ہیں، کیا ہمارا کوئی قدم بغیر مفاد کے اٹھتا ہے، کہیں حب جاہ نے بسیرا کیا ہے تو کہیں حب مال نے پیر پسارے ہیں، دینی خدمات والوں کو ہر وقت یہ خدشہ سوار رہتا ہے کہ کہیں دوسرا مجھ پر فوقیت نہ لے جائے اس کیلئے جو کچھ تدابیر بروئے کار لائی جاتی ہیں تحفظات کے نام پر جو اقدامات کیئے جاتے ہیں وہ کسی بھی ذی شعور پر مخفی نہیں ہیں۔

۲) اتحاد کی کمی، اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا، سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑو، سب کے جذبات اور خیالات اسلام کو فروغ دینے کے ہوں، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایاکم والشعاب وعلیکم بالجماعة والعامة کہ علیحدہ علیحدہ گھاٹیوں میں چلنے سے بچو، جماعت اور عمومیت کو اختیار کرو، لہذا معمولی معمولی نظریاتی اختلافات کی بنیاد پر الگ الگ گروہ بنانا برتری اور فوقیت برقرار رکھنے یا حاصل کرنے کی خاطر اجتماعیت کا ساتھ چھوڑ دینا نہایت ہی تباہ کن ہے، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: من فارق الجماعة شبراً فقد خلع ربقة الاسلام من عنقه (مشکوۃ شریف) کہ جس نے علماء امت صلحاء ملت اور جمہور امت سے ایک بالشت برابر بھی کنارہ کشی اختیار کی اس نے اسلام کا پٹہ اپنے گلے سے نکال دیا، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ میں تو نماز بھی پڑھ رہا ہوں تلاوت اور ذکر بھی جاری ہے، دین کی دعوت بھی دے رہا ہوں، لہذا گمراہی میں پڑنے کا کوئی مطلب نہیں، یہ خیال سراپا غلط ہے، اتحاد ملت اتحاد عبادة سے نہیں بلکہ اتحاد عقیدہ سے ہے، اگر ہمارا عقیدہ و خیال جمہور امت سے ہٹ گیا تو ہم گمراہ ہو گئے، خود کو ہدایت پر خیال کرنا بے سود ہے، اور اس کا پتہ کیسے چلے کہ ہم صحیح نظریہ اور خیال کے حامل ہیں یا ہم غلط راہ پر چل رہے ہیں، امت کا سواد اعظم اس کی کسوٹی ہے جس عقیدہ اور خیال پر امت کا سواد اعظم ہے اور جس قول و عمل کو علماء امت کی تائید حاصل ہے اس کو صحیح سمجھنا چاہئے، کیونکہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان اللہ لایجمع امتی علی الضلالة وید اللہ علی الجماعة کہ اللہ تعالی میری امت کو گمراہی پر جمع نہیں فرمائیں گے اور جمہور امت پر اللہ کا ہاتھ ہے اس لئے حکم ہے کہ اتبعوا سواد الاعظم فانه من شذ شذ فی النار کہ سواد اعظم کی پیروی کرو، مراد علماء امت کا بڑا گروہ جس نظریہ اور خیال کا حامی ہو اس کو اختیار کرو کیونکہ جو آدمی علیحدہ نظریہ و خیال اختیار کرے گا اس کو علیحدہ ہی جہنم میں ڈالا جائے گا۔

اگر آدمی حق کا طالب اور صراط مستقیم کا حامی ہو تو اس کیلئے صحیح راستہ پانا مشکل نہیں اگر چہ عصر حاضر میں نئے نئے فتنے رونما ہو رہے ہیں، اور گمراہی کے بادلوں نے چہار سمت سے امت پر سایہ کیا ہے، لیکن انہیں گمراہی سیاہ راتوں کی دبیز تاریکیوں میں رشد وہدایت کی جگمگاتی ہوئی روشن اور منور قندیلیں بھی ہیں جو اپنی ضوفشانی سے عالم کو تابانی فراہم کر رہی ہیں اور یہ سلسلہ تا قیامت انشاء اللہ العزیز جاری رہے گا، حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے اذا فسد اهل الشام فلا خير فيكم لا تزال طائفة من امتي منصورين على الحق لا يضرهم من خذلهم حتى تقوم الساعة کہ جب اہل شام تباہ و برباد ہو جائیں گے تو تمہارے اندر بھلائی باقی نہ رہے گی، اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ جب مرکزیت تباہ ہو جائے اور صحابہ وتابعین کی قائم کردہ بنیادیں اکھاڑ دی جائیں ملک شام پر جس کو اسلام کا قلعہ کہا گیا ہے اس کو منہدم کر دیا جائے اور نہایت مضبوط قدیم اور دیرینہ معاشرہ اسلامی کو منتشر کر دیا جائے اور قائدین روحانیت نہایت ہی تکلیف اور ابتلاء کا شکار ہو جائیں تو یقین کیساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اطراف عالم میں عمومی طور پر ایمانی روحانی، دینی، دعوتی فضاء باقی نہ رہے گی، ہاں البتہ ایک قابل اعتماد گروہ اور معتبر ومستند جماعت باقی رہے گی حق اور واقعیت پر قائم ہوگی خواہ کتنی ہی ان کی مخالفت ہو اور کتنے ہی لوگ ان کی تائید چھوڑ دیں ان کیلئے نقصان دہ نہ ہوگا ان کو خداوند قدوس کی طرف اطمینان واعتماد حاصل ہوگا وہ نہایت بشاشت کے ساتھ اپنے مشن پر گامزن رہیں گے اور دین وشریعت کے پروگرام کو حسن وخوبی کیساتھ آگے بڑھاتے رہیں گے، ملا علی قاریؒ نے فرمایا کہ یہ اہل سنت والجماعۃ ہوں گے، امام جرح وتعدیل حضرت علی ابن مدینی نے ارشاد فرمایا کہ یہ محدثین حضرات ہوں گے، امام المحدثین حضرت امام احمدؒ نے فرمایا کہ اگر اہل حدیث نہ ہوں تو اور کون ہوسکتا ہے۔

تاہم صحیح العقیدہ محدثین ومفسرین فقہا ومجاہدین کا ایک بڑا گروہ اور طبقہ قیامت تک دین کی صیانت وحفاظت، دعوت واشاعت میں سرگرم رہے گا، لوگوں کو چاہئے کہ اس گروہ کے ساتھ وابستہ ہوں وراپنی نفسانیت اور من مانی کو چھوڑ دیں، اگر خیر امت میں شامل ہونا چاہتے ہیں تو اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر دستک دیں کہ تو کس سمت میں چل رہا ہے، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: استفت قلبك اپنے دل سے فتویٰ لے لو، اگر واقعتاً ضمیر روشن ہے تو وہ خود گواہی دے گا کہ وہ طبقہ جو منعم علیہم جیسا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے فرمایا خیر امت کا مصداق صدیقین، شہداء، صالحین ہیں، خلاصۃ القرآن سورۃ فاتحہ میں اسی مقبول ومحبوب طبقہ کی راہ اپنانے کی رات دن تلقین کی جا رہی ہے، یہ سبق دیا جا رہا ہے کہ میرے بندوں میری جناب میں یوں دعاء گو ہوں کہ ہم کو سیدھے راستہ پر چلا ان لوگوں کے راستہ پر جن پر تو نے انعام کیا، یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے راستہ پر چلا، مزید یہ

کہ جولوگ گمراہ نہ ہوئے اوران پر خدا کا غضب نہ ہوا، جیسا کہ یہود ونصاریٰ کہ نصاریٰ تولاعلمی کی وجہ سے غلو کا شکار ہوئے اور گمراہ ہوگئے اور یہود جانتے بوجھتے حب جاہ ومال کی وجہ سے حق کو قبول کرنے سے قاصر رہے، بعض اکابر نے فرمایا کہ امت میں سے جو عالم بگڑے گا اس کے اندر یہود کی صفات سے مشابہت ہوگی یعنی حب مال وریاست کی وجہ سے وہ حق کو قبول کرنے سے اعراض کرے گا اور جو عابد بگڑے گا اس کے اندر نصاریٰ کی مشابہت ہوگی، کیونکہ لاعلمی کی وجہ سے وہ دین میں غلو کرے گا اور غیر دین کو دین سمجھ کر عمل کرے گا تو گمراہ ہوگا۔

چنانچہ مفسر ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ اہل ایمان کا طریقہ یہ ہے کہ حق کا علم بھی ہو اور اس پر عمل بھی ہو، حضور ﷺ نے کنتم خیر امة اخرجت للناس کی تفسیر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: انتم تتمون سبعین امة انتم خیرھا واکرمھا علی الله کہ تم بڑی بڑی ستر امتوں میں سب سے بہتر امت ہو، اللہ تعالیٰ کے یہاں معزز ہو، صحابہ تابعین، تبع تابعین کے خیر امت ہونے میں تو کسی کو کوئی شک نہیں لیکن بعد کے ادوار میں خیر امت کا مصداق علماء، شہداء، صالحین کو قرار دیا گیا، شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے "اشعۃ اللمعات" میں لکھا ہے کہ: مراد بامت تمامہ امت اند، از خواص وعوام کہ ہریکے را مرتبتی وفضیلتی بر امم سابقہ، در حسن اعتقاد وثبات قدم در ایمان ومزید محبت بہ پیغمبر خود ﷺ وعلم ارتداد وخروج از ربقۂ اسلام وما شدآں ثابت است۔

فرماتے ہیں کہ خیر امت سے مراد پوری امت کے عوام وخواص میں سے وہ افراد ہیں جن کو گذشتہ امتوں پر مرتبہ ومقام کے اعتبار سے برتری حاصل ہے، یعنی اس امت کے عوام گذشتہ امتوں کے عوام کے مقابلہ میں اور اس امت کے خواص گذشتہ امتوں کے خواص کے مقابلہ میں فوقیت رکھتے ہیں، یعنی حسن عقیدہ اور ایمان میں ثابت قدمی اپنے اور پیغمبر سے محبت کرنے میں اور اسلام سے روگردانی سے بچنے میں اور نظریات اسلامی سے انحراف کرنے میں اس امت کے مجموعی افراد گذشتہ امتوں سے بڑھے ہوئے ہیں، شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی رائے کو علماء امت نے نہایت وقعت کی نگاہ سے دیکھا ہے، لہٰذا خیر امت میں شمولیت کیلئے ضروری ہے کہ ہمارا عقیدہ اور ایمان نہایت صحیح اور مضبوط ہو، پیغمبر ﷺ سے محبت عشق کے درجہ میں ہو اور جمہور امت سے ہٹکر ہمارا کوئی نظریہ اور خیال نہ ہو، دین میں کسی بھی طرح لفظی معنوی تحریف سے ہم پاک ہوں۔

مضامین

کامل مذہب کی کامل تعلیمات وہدایات

"عورتوں کے حقوق اور بڑوں کا احترام، دیگر مذاہب اور مذہب اسلام"

عبدالواجد رشیدی ندوی
خادم تدریس ورفیق ماہنامہ صدائے حق جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

مذہب اسلام ایک کامل ومکمل مذہب ہے، اس نے انسانیت کو اخلاق کا مکمل جامہ پہنایا ہے، اسکے کامل ہونے کو حق جل مجدہ نے اپنی کتاب مبین میں صراحتاً ان الفاظ میں بیان کیا ہے: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْناً (سُوْرَةُ الْمَائِدَةِ/۳) یہ وہ دین ہے کہ جسکو حق تعالیٰ شانہ نے پسند فرمایا ہے: اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ الخ. مذہب اسلام ایک ایسا آفاقی وبے مثال وپائدار مذہب ہے کہ اس میں ہر ایک کے حقوق کی مکمل رعایت رکھی گئی ہے، کسی بھی فرد بشر جن وانس، چھوٹے، بڑے، والدین، احباب واصدقاء، قرب وجوار اور دور دراز میں بسنے والے پڑوسی حضرات، اپنے مسلک ومشرب والے اور دیگر مذاہب والے، ہندو مسلم، سکھ، عیسائی، مجوسی، صابی، ذمی، غیر ذمی، معاہد غیر معاہد، چرند، پرند غرضیکہ سب کے مستقل حقوق بیان کر دیئے ہیں، چنانچہ جس مذہب کی یہ شاندار تعلیمات وہدایات ہوں تو وہ کیونکر دوسروں پر ظلم کو روا سمجھ سکتا ہے، یا ظلم کی تلقین وتعلیم دے سکتا ہے؟۔

عورتوں پر ظلم اور اسکی حقارت کی ایک طویل داستان ہے، عورت کو جتنی عزت مذہب اسلام اور اسلامی حدود و قوانین نے دی ہے، اتنی کسی بھی مذہب نے نہیں دی، بلکہ دوسرے لوگوں نے تو اسکو ذلیل ترین مخلوق بنادیا، ہند، چین، یونان اور روما میں بھی یہی صورت حال تھی، جو تہذیب وشائستگی کے گہوارے سمجھے جاتے تھے اور جہاں عورت سے احتراز کرنے کی تعلیم دی جاتی تھی، یونانیوں کا خیال عورت کے متعلق یہ کہ آگ سے جل جانے اور سانپ کے ڈسنے کا علاج ممکن ہے، لیکن عورتوں کے شر کا مداوا محال ہے۔

سقراط کہتا ہے کہ عورت سے زیادہ فتنہ وفساد کی جڑ اور کوئی چیز نہیں ہوسکتی، وہ دفلی کا درخت ہے کہ بظاہر بے انتہا خوبصورت وخوشنما نظر آتا ہے، لیکن جب کوئی چڑیا اسے کھاتی ہے تو مرجاتی ہے۔

عورت کی ذلت کا خیال حکماء وفلاسفر ہی کے دماغ میں مرکوز نہ تھا، بلکہ مذہبی دنیا میں بھی اس کے ساتھ یہی سلوک کیا جاتا تھا، قدیس برنار کہتا ہے: کہ "عورت شیطان کا آلہ ہے" یوحنا دمشقی کا قول ہے کہ عورت شر کی بیٹی اور امن و سلامتی کی دشمن ہے، یورپ اور بالخصوص رومۃ الکبریٰ جو عیسویت کا مرکز یہاں بھی عورتوں کی حالت لونڈیوں سے بدتر تھی،

ان پر ایک جانور کی طرح حکومت کی جاتی تھی، اور انکا اعتقاد تھا کہ اس طبقہ کو آرام و آسائش کی ضرورت ہی نہیں ہے، ذرا ذرا سے قصور میں ذبح کردی جاتی تھیں، سولہویں اور سترھویں صدی عیسوی میں جب جادو کا اعتقاد نہایت رسوخ کے ساتھ لوگوں کے دلوں میں جاگزیں ہوگیا تھا، اسوقت اس ظلم کا شکار بھی عورتیں ہی ہوتی تھیں، الیگزینڈر ششم نے ۱۴۹۳ء میں، لوئی دہم نے ۱۵۴۱ء میں، اڈرین ششم نے ۱۵۲۳ء جس بے دردی کے ساتھ عورتوں اور ان کے بچوں کو سحر کے الزام میں ذبح کیا، اس سے تاریخ یورپ کے صفحات رنگین ہیں۔

الغرض سارے یورپ نے اس صنف نازک پر ظلم کرنے کا عہد کرلیا تھا، جس کا نتیجہ بقول ڈاکٹر اسپرنگ یہ ہوا کہ عیسائیوں نے ۹۰ / لاکھ عورتوں کو زندہ جلادیا۔

ایران میں بیوی اور بہن کے درمیان کوئی امتیاز باقی نہ رہا تھا، مشرق کے نصاریٰ نہ ماں کو ماں سمجھتے تھے، نہ بہن کو بہن اور ہندوؤں کے یہاں ایک عورت متعدد بھائیوں کی بیوی بن سکتی تھی، پھر لطف یہ کہ اس طرف نہ یہودیوں کے علماء نے توجہ اور نہ عیسائیوں کے علماء نے، اسی کے ساتھ ہندوستان میں نہ ویدمقدس نے عورت کی اخلاقی حالت کو بلند کرنے کی کوشش کی اور نہ بودھ نے اس صنف نازک کے لئے کوئی قانون مقرر کیا مگر جب مظلوم آہوں اور دل کے شراروں نے دامن تھام کر فریادیں کیں تو عرش عظیم تھرا اٹھا اور رحمت خداوندی جوش میں اور عرب کے تپتے ہوئے صحراء میں اس نبی اُمی کا ظہور ہوا جو اپنے دل میں تمام کائنات کا درد سموئے ہوئے تھا۔ (موڈرن عورت اور اسلام)

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوگیا کہ اس صنف نازک پر دیگر مذاہب کے ماننے والوں نے ظلم وستم کے پہاڑ توڑ ڈالے، اسکو بالکل شرمسار کرڈالا، اسکی عزت و ناموس کا جنازہ نکال ڈالا، اس کا پرسان حال خالق کائنات کے علاوہ کوئی نہیں تھا، چنانچہ رب تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئی اور اس نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو مبعوث فرما کر اس سسکتی بلکتی انسانیت پر زبردست احسان فرمایا، بطور خاص اس کمزور مخلوق پر جسکو یرغمال بنا رکھا تھا، مذہب اسلام نے اس کو عزت و رفعت بخشی، اور اسکو اسکے تمام حقوق دلوائے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ (سورۃ البقرۃ / ۲۲۸) عورتوں کا حق مردوں پر ایسے ہی ہے جیسا کہ ان مردوں کا حق عورتوں پر اور مردوں کو ایک گونہ درجہ حاصل ہے۔

شریعت اسلامیہ نے عورت کا حق کچھ اسطرح بھی ذکر کیا: اَنْ تُطْعِمَهَا اِذَا طَعِمْتَ وَتَكْسُوْهَا اِذَا اكْتَسَيْتَ وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ وَلَا تُقَبِّحْ وَلَا تَهْجُرْ اِلَّا فِي الْبَيْتِ (ابو داؤد) کہ جب تم کھاؤ تو اسکو بھی کھلاؤ اور جب تم پہنو تو اسکو بھی پہناؤ، اور چہرے پر مت مارو اور برے نام سے مت پکارو اور جدا مت کرو مگر اپنے ہی گھر میں، اور یہاں تک کہ شوہر کو یہ تعلیم دی گئی کہ اگر تو اپنے اہل خانہ پر اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے خرچ کرے گا تو تجھکو

اجروثواب دیا جائے گا، یہاں تک کہ اگر تو اپنی بیوی کے منہ میں ایک لقمہ دے تو تجھے اس پر بھی اجر ملے گا، حدیث پاک میں ہے: وَإِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ إِلَّا أُجِرْتَ عَلَيْهَا حَتَّى مَا تَجْعَلُ فِي فِيِّ امْرَأَتِكَ (ریاض الصالحین ۱/۱، باب الاخلاص واحضار النیۃ)۔

دیکھئے مذہب اسلام کی وہ شاندار تعلیمات ہدایات کہ جن سے ازدواجی زندگی انتہائی خوشگوار بن سکتی ہے، اور پورا مسلم معاشرہ امن وامان کے ساتھ زندگی بسر کر سکتا ہے، اسی طرح ایک مقام پر شوہر کو حکم دیا: وَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا (ریاض الصالحین ۱/۶۷، باب فی الاقتصاد فی الطاعۃ) کہ تمہارے گھر والوں کا تمہارے اوپر حق ہے، گھریلو زندگی کے متعلق فرمایا کہ: أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ بِأَهْلِهِ (ترمذی، نسائی) کہ کامل ایمان والا وہ شخص ہے کہ جو اپنی بیویوں کے ساتھ اچھا معاملہ کرتا ہو، ایسے ہی فرمایا: خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ (ترمذی) کہ تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل خانہ کے لئے بہتر ہو۔

اسی طرح مذہب اسلام نے والدین اور بڑوں کا احترام کرنے کی بڑے شد ومد کے ساتھ تاکید کی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا (سُورَةُ الْإِسْرَاءِ) کہ انکو اف تک بھی کہو اور نہ انکو جھڑکو اور ان سے نرم بات کرو، ایسے ہی فرمایا: وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا الخ (سُورَةُ الْأَحْقَافِ) اور ہم نے انسان کو تاکید کی کہ وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

اسی طریقے سے احادیث مبارکہ میں حضرت نبی کریم ﷺ نے بار بار توجہ دلائی: ایک موقع پر فرمایا: مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيرَنَا فَلَيْسَ مِنَّا (الحدیث)۔ ایک جگہ بڑوں کا اکرام کرنے کے باعث انکے متعلق خیر سگالی کی ضمانت کا وعدہ کیا گیا: کہ جو شخص کسی ضعیف العمر آدمی کی مدد کرتا ہے تو جسوقت وہ بوڑھا ہوتا ہے تو اللہ پاک اسکے لئے ایسے افراد کو پیدا فرما دیتے ہیں کہ جو اسکی تعظیم وتکریم کرتے ہیں۔

جب کہ اہل مغرب ہر وقت محض ڈھنڈورا پیٹتے رہتے ہیں اور مذہب اسلام کے متعلق آئے دن کوئی نہ کوئی بدمعاشی کرتے رہتے ہیں، ایسا لگتا ہے کہ اس کے علاوہ انکو اور کوئی کام ہی نہیں، انکے اندر اس قدر گراوٹ آچکی ہے کہ ان لوگوں نے (بوڑھوں کے مکان) (OldHouse) بنوا دیئے ہیں کہ بوڑھے والدین وہاں پر رہیں، یہ کیسی گھٹیا حرکت ہے کہ جن والدین کے ذریعہ وہ انسان وجود میں آیا وہ ان کے بارے میں یہ گھٹیا تصور رکھ رہا ہے کہ انکو بڑھاپے میں دوسروں کے حوالے کر کے آ رہا ہے، جب کہ مذہب اسلام نے صرف والدین ہی کے اکرام کو بیان نہیں کیا بلکہ والدین کے دوست احباب کا بھی اکرام واحترام کرنے کی تعلیمات وہدایات پیش کی ہیں۔

محبوب العلماء والصلحاء، پیرو مرشد شیخ طریقت واقف اسرار حقیقت حضرت مولانا الحاج الحافظ ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی مجددی دامت برکاتہم العالیہ نے اپنے اہم افادات بنام "اہل دل کے تڑپا دینے والے واقعات" میں ماں اور اسکے بیٹے کے متعلق، ایک بڑا ہی دل دہلانے واقعہ تحریر فرمایا ہے، فرماتے ہیں کہ امریکہ کی ایک ریاست میں ایک ماں نے اپنے بیٹے کے خلاف مقدمہ کیا وہ مقدمہ اخبارات کی بھی زینت بنا اور ٹی وی میں بھی اس کی تفصیل آئی، ماں نے مقدمہ یہ کیا کہ میرے بیٹے نے گھر میں کتا پالا ہوا ہے اور یہ تین چار گھنٹے اس کتے کے ساتھ صرف کرتا ہے، یہ اسے نہلاتا ہے، اسکی ضروریات پوری کرتا ہے، اسکو اپنے ساتھ ٹہلنے کے لئے بھی لے جاتا ہے، وہ اپنے کتے کو روزانہ سیر بھی کرواتا ہے، اسے کھلاتا پلاتا بھی ہے، میں بھی اسی گھر کے دوسرے کمرے میں رہتی ہوں لیکن یہ میرے کمرے میں پانچ منٹ کے لئے بھی نہیں آتا، اسلئے عدالت کو چاہئے کہ وہ میرے بیٹے کو پابند کرے کہ وہ روزانہ ایک مرتبہ میرے کمرے میں آیا کرے۔

جب ماں نے مقدمہ کیا تو بیٹے نے بھی مقدمہ لڑنے کے لئے تیاری کر لی، ماں نے بھی وکیل بنالیا اور بیٹے نے بھی وکیل بنالیا، جب دونوں کے وکیل جج صاحب کے سامنے پیش ہوئے تو جج صاحب نے مقدمہ کی سماعت کے بعد فیصلہ دیا کہ عدالت آپ کے بیٹے کو آپ کے کمرے میں پانچ منٹ کے لئے آنے پر مجبور نہیں کرسکتی کیونکہ مقامی قانون یہ ہے کہ جب اولاد ۱۸ رسال کی عمر کو پہونچ جائے تو اسکو حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کو چاہے تو کچھ وقت دے، یا بالکل علیحدگی اختیار کرلے، رہی بات کتے کے اس کے اوپر حقوق ہیں جن کو ادا کرنا اسکی ذمہ داری ہے، البتہ اگر ماں کو کوئی تکلیف ہے تو اسکو چاہئے کہ وہ حکومت سے رابطہ کرے، وہ اُسے بوڑھوں کے گھر (OldHouse) لے جائیں گے اور وہاں جاکر اسکی خبر گیری کریں گے۔ اب بتایئے کہ جہاں ماں بیٹے کا یہ تعلق ہوگا وہاں پر زندگی سکون سے کیسے گذرے گی؟ (خطبات ذوالفقار ص ۹۵ر ج ۵ر۔) اہل دل کے تڑپادینے والے واقعات جلد اول ر ص ۲۵۱)۔

حضرات قارئین کرام مذکورہ تحریر سے آپ خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ مذہب اسلام کتنا عمدہ مذہب ہے کہ جس نے سب کے حقوق مکمل طریقہ سے بیان کر دیئے، بطور خاص عورتوں اور بڑے بوڑھوں کے ساتھ کس قدر محبت و پیار کے ساتھ پیش آنے کی ہدایات وتعلیمات دی ہیں اتنی اور کسی مذہب میں نہیں دی گئی ہیں، رہبر کامل شفیع المذنبین حضرت نبی کریم ﷺ نے اپنی مختصری حیات مبارکہ میں کوئی جز ایسا نہیں چھوڑا کہ جسکو شافی وافی طریقہ سے بیان نہ کر دیا ہو، اور سب کے حقوق کو مکمل طریقہ سے واضح نہ کر دیا ہو، اللہ پاک ہمیں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو خوب اچھے طریقہ سے اپنانے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العالمین۔

شخصیات

حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحبؒ بحیثیت ماہر تعلیم

مولانا شمشاد احمد مظاہری
مدرس جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

خالقِ کائنات نے اس عالمِ رنگ و بو میں بہت سی شخصیتیں ایسی پیدا فرمائی جن کے بحرِ ناپیدا کنار سے امت کے نونہالوں نے بھرپور سیرابی حاصل کی اور ان کے چشمۂ فیضان سے اپنی تشنہ کامی کا ازالہ کیا، خدا کے ایسے بافیض، باتوفیق اور فرخ نہاد بندوں کی فہرست میں حضرت اقدس مولانا قاری شریف احمد صاحب گنگوہیؒ کی ذات گرامی بھی ہے، آپ علیہ الرحمہ کی ذات بابرکات بساغنیمت تھی، آپ ایثار و ہمدردی، صبر و شکیبائی، خلوص و سادگی، تقویٰ و طہارت، عزم و ہمت، ریاضت و مجاہدہ، سنجیدگی و متانت، ذہنی ندرت و رفعت، خودشناسی، خوداعتمادی، خودداری، مضبوط قوت ارادی کے حامل نیز گوناگوں صفات سے متصف تھے۔

آپ نے اپنی حیاتِ بیش بہا کا اکثر حصہ بلکہ پوری زندگی ہی تعلیم کے لئے وقف کردی تھی، تعلیماتِ نبوی ﷺ کی نشر و اشاعت اور دین کی آبیاری کو آپ نے زندگی کا نصب العین بنالیا تھا، آپ کی فکر و کڑھن اور آپ کا مطمحِ نظر صرف اور صرف یہ تھا کہ کسی طرح امت کے تعلیم سے ناآشنا فرزندوں کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کیا جائے، معاشرہ سے جہالت کے اندھیروں کو کافور کرکے علم کی تابناکیوں سے روشن کیا جائے۔

حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ان آرزؤں اور مخلصانہ جذبات کو عملی جامہ پہنانے کے لئے دورِ طالب علمی ہی میں اکابر مظاہر علوم کے گرانقدر مشورہ سے پوری توجہ اور انہماک سے اپنے وطن قصبہ گنگوہ سے تعلیمی تحریک کا آغاز کیا اور توکلاً علی اللہ "اشرف العلوم رشیدی" کی بنیاد رکھی، جس کی ابتداء ایک مکتب کی شکل سے ہوئی، جب دارالعلوم دیوبند سے تعلیم کی تکمیل کرچکے تو گنگوہ آئے اور اپنی تمام تر توانائیوں، رعنائیوں اور صلاحیتوں کو اپنے لگائے ہوئے پودے کی آبیاری کے لئے وقف کردیا، انتھک جدوجہد، شب و روز کی مساعی، اخلاص اور سچی لگن سے لگایا ہوا یہ درخت معاندین کے عناد، حاسدین کے حسد اور بادِ مخالف کے تھپیڑوں کو دھکیلتا ہوا درجہ بدرجہ تعلیمی و تعمیری ترقی کے مراحل طے کرتا ہی رہا حتیٰ کہ حضرت قاری صاحب نور اللہ مرقدہ کی زندگی ہی میں ایک تناور اور ثمرآور درخت بن گیا، جس کی گھنیری چھاؤں سے امت کے ہزارہا نونہالوں نے راہِ علم کے سفر میں سایہ حاصل کیا ہے، جس کا شمار آج ہندوستان کے معیاری اور امتیازی مدارس میں ہوتا ہے، حضرت قاری صاحبؒ کے خلوص اور تقویٰ کی برکت تھی کہ یہ ادارہ اکابرِ دارالعلوم اور مظاہر علوم اور معاصرین علماء و زعماء کا معتمد بنا گیا، یہاں کے تعلیمی، تربیتی اور اسپر قابلِ رشک

انتظامی وانصرامی ماحول سے متاثر ہوکر یہ حضرات اپنے بچوں، اعزہ واقارب کوتعلیم کے لئے" جامعہ اشرف العلوم" میں داخل فرماتے تھے، چنانچہ حضرت شیخ مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ اپنے متعلقین کے بچوں کی تعلیم وتربیت کے لئے جامعہ ہذا کا انتخاب فرماتے اور یہاں داخلہ کا مشورہ دیتے ،حضرت شیخ الحدیثؒ جیسی جلیل القدر شخصیت کا یہ عمل اس ادارہ کی استناد کے لئے کافی وافی ہے۔

بلاشبہ یہ سب حضرت قاری صاحب نوراللہ مرقدہ کی امور تعلیمی میں مہارت، نظم ونسق کی خداداد صلاحیت، تعلیم وتعلم کی ترقی کے لئے شبانہ روز کی کاوشوں، عزائم کی رفعتوں اور سب سے بڑھ کر اس جذبۂ اخلاص اور سچی لگن کا ثمرہ تھا جس کی بھینی بھینی دلآویز خوشبوئیں آج بھی اس ادارہ کی درودیوار سے مہکتی اور مشام جان کو عطرزار کئے دیتی ہیں ،اس ادارہ کو بام عروج اور شہرت کی بلندیوں پر پہنچانے والی چیز وہ یہاں کا حسن تعلیم ،حسن تربیت اور عمدہ نظم ونسق ہے، جس کا مشاہیر نے برملا اعتراف کیا ہے، ہندوستان کے مشہور زمانہ خطیب محمد پالن حقانی رحمۃ اللہ علیہ جامعہ ہذا میں وارد ہوئے تو فرمایا:" یہ مدرسہ اکابر کی جگہ پر قائم ہے طلبہ کی بہت بڑی بھیڑ کو دیکھ کر دل بہت خوش ہوا، بیرونی طلبہ میں ہرطرف کے طلبہ گجراتی، مہاراشٹری، بنگالی، بہاری، کشمیری، یوپی، تقریباً سبھی اطراف کے طلبہ تعلیم پاتے ہیں، نیز فرماتے ہیں کہ عربی درجات میں طلبہ کافی دلچسپی سے پڑھتے ہیں، معلوم ہوا کہ عربی درجات اور دیگر درجات میں تعلیم بہت محنت سے ہوتی ہے، اسی وجہ سے اس مدرسہ نے شہرت کی ہے"۔

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ یہاں کے تعلیمی ماحول کو دیکھ کر بیحد متاثر ہوئے اور اپنے تأثرات کا اظہار ان الفاظ سے کیا" مدرسہ کی حالت اور تعلیم وتربیت کو دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی، یہ سب مہتمم مدرسہ کی مخلصانہ مساعی، اور جد وجہد کا ثمرہ ہے، جنھوں نے اپنا تمام وقت اس مقدس کام کے لئے وقف کر دیا ہے"۔

ایک دوسرے موقع پر یوں رقمطراز ہیں" بسلسلۂ سفر احقر کو آج مدرسہ اشرف العلوم میں حاضری کا شرف حاصل ہوا اور مدرسہ کے چند بچوں کا کلام مجید نیز بعض بچوں کا علمی مکالمہ بھی سنا، مدرسہ کی حالت اور تعلیم وتربیت دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی، طرز تعلیم ماشاء اللہ نہایت عمدہ ہے، بچوں میں کافی صلاحیت پائی جاتی ہے"۔

حضرت مولانا سلیم اللہ خانصاحبؒ (صدر وفاق المدارس پاکستان) کسی موقع پر بغرض امتحان سالانہ جامعہ ہذا میں تشریف لائے، تو حضرت قاری شریف صاحب نوراللہ مرقدہ کے نقش کردہ نظام تعلیم اور طرز تعلیم کو بے انتہا سراہا اور داد دیے بغیر نہ رہ سکے، لکھتے ہیں" بغرض امتحان سالانہ مدرسہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ کے لئے حاضر ہوا، شبانہ روز کے قیام میں احقر نے مدرسہ کے جملہ درجات کا بڑی کاوش وتفصیل سے امتحان لیا، صرف مجموعی حیثیت ہی سے نہیں

بلکہ ہر ہر جزوِ تعلیم میں کامیابی وکامرانی کی جگمگاہٹ نظر آئی اور ترقی وعروج کے آثار ہویدا معلوم ہوئے''۔

حضرت قاری صاحبؒ کا معمول تھا کہ آپ تعلیم کے تمام شعبوں پر بڑی ہی گہری اور عمیق نگاہ رکھتے تھے، ہر نشیب وفراز کی جانچ کرتے، پرکھتے، شعبۂ حفظ وتجوید سے لے کر دورۂ حدیث اور افتاء تک کے شعبہ جات کا بنفسِ نفیس جاکر معائنہ کرتے تھے، اپنی قیمتی آراء سے نوازتے اور نصائح سے مستفید فرماتے تھے، حضرت مولانا عبدالقادر صاحب مالیگاؤں (سابق رکن شوریٰ دارالعلوم دیوبند) رقمطراز ہیں'' (درجۂ حفظ وتجوید کے بشمول) دیگر درجاتِ عربی میں بھی بہت ہی نظم وضبط کے ساتھ درس وتدریس کا انتظام ہے، چنانچہ حضرت ناظم صاحب بڑی محنت ومشقت کے ساتھ تمام درجات پر نظر رکھتے ہیں''۔

حضرت نور اللہ مرقدہٗ کی سوانح سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ معیارِ تعلیم کو بلند سے بلند تر رکھنے کے لئے کس حد تک کوشاں رہتے تھے، عربی درجات کے مدرسین کے نام ایک ہدایت میں رقم طراز ہیں:''تمام مدرسین کرام خصوصاً عربی درجات کے مدرسین کو مندرجہ ذیل امور پر سختی سے توجہ کرنے کی ضرورت ہے(۱) ہر گھنٹہ میں حاضری کا اہتمام کریں (۲) سبق کا گھنٹہ ہونے کے بعد تاخیر سے آنے والے طلبہ کو اولاً ہدایت بعد کو تنبیہ کی جائے اور فوری طور پر ایک پرچہ لکھ کر اسی طالب علم کو میرے پاس بھیجا جائے (۳) چھوٹی کتابوں کے اسباق میں تمام ہی طلبہ سے عبارت پڑھوائی جائے (۴) سبق تیاری کرکے پڑھنے کی ہدایت کی جائے (۵) ہر استاذ طلبہ کے لباس اور اخلاق وعادات پر کڑی نگاہ رکھے (۶) گاہے گاہے سبق کے درمیان اخلاق وعادات کی درستگی پر تقریر کی جائے (۷) سبق کی رفتار ابتداء ہی سے تیز رکھی جائے (۸) قرب وجوار کے طلبہ بار کی صبح کو پہلے گھنٹہ کی غیر حاضری نہ کریں (۹) کسی بھی طالب علم کی کوئی نازیبا حرکت سامنے آئے اولاً اس کو الفت ومحبت اور نرمی سے افہام وتفہیم کریں، نہ ماننے پر تنبیہ اور سختی اختیار کریں (۱۰) سابقہ اعلان میں جن امور کی ہدایت کی گئی ہے اس کی پوچھ اور استفسار کریں۔

ایک دوسری تحریر میں لکھتے ہیں:''روزانہ کی اسباق کی خواندگی میں جماعت کے ہر طالب علم سے سبق کی عبارت پڑھوائی جایا کرے، کسی ایک طالب علم پر نہ چھوڑا جائے کہ ہر روز وہی پڑھتا رہے، بلکہ بہتر یہ ہے کہ سبق کی پوری مقدار تھوڑا تھوڑا کرکے سب ہی شرکاء جماعت سے عبارت پڑھوائی جائے خصوصاً جماعت میزان، کافیہ، شرح جامی میں ایسا کرنا ضروری ہے، امید کہ خیال رکھا جائے گا (تذکرہ اکابر گنگوہ ص:۳۱۳، ج:۳۱۴)۔

مذکورہ بالا ہدایات سے حضرت قاری صاحب علیہ الرحمہ کی تعلیمی ارتقاء کے حوالہ سے تخلیقی سوچ اور ہر ہر گوشۂ تعلیم پر محققانہ نظر کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

(باقی آئندہ)

خطبات　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　قسط (۱)

ہر چیز کے دو رُخ

پیر طریقت واقف اسرار حقیقت حضرت شیخ آصف حسین صاحب فاروقی نقشبندی دامت برکاتہم العالیہ

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم اما بعد!

قَالَ اللّٰہُ تعالیٰ فِی الْقرآنِ المجیدِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلَائِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یَااَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ اَلْفَ اَلْفَ مَرَّۃٍ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ ○۔

ہر شئی کے دو رُخ

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایک ایسا system رکھا ہے کہ ہمیں ہر چیز کے دو رُخ عطا فرمائے ہیں زندگی کے، اللہ تعالیٰ نے زندگی کے دو رخ دیئے، زندگی کے بعد اگلا جہان ہمارا جو شروع ہوگا وہ موت ہے، اللہ تعالیٰ نے موت کے بھی دو رخ دیئے ہیں اور موت کے بعد قبر ہے تو اس مقام پر بھی اللہ تعالیٰ نے دو رخ رکھے ہیں، قبر کے بعد حشر کا مقام ہے، اللہ پاک نے حشر کے بھی دو رخ رکھے ہیں، اور اس کے بعد پل صراط ہے، پل صراط میں بھی دو رخ رکھے ہیں، پھر جنت ہے، جنت میں بھی دو رخ رکھے اور جہنم ہے، جہنم میں بھی دو رخ رکھے ہیں۔

زندگی کے دو رُخ

دو رخ زندگی کے ہیں، ایک تو زندگی ایسی ہے کہ پریشانیاں، مصیبتیں، غیر اطمینانی conflict میں ہونا کسی چیز میں بھی، اور دوسرا رخ زندگی کا جو ہے وہ یہ ہے کہ بہت ہی بہترین زندگی، مطمئن زندگی ہو، یہ دو رخ ہوئے، تیسرا رخ ہے ہی نہیں، کسی سے پوچھو دونوں میں سے ایک ہی ملے گا، پہلا رخ جو ہے پریشانی کا مصیبتوں کا، اس کے لئے یہ معیار نہیں ہے زندگی کا کہ دولت ہو، یا مال ہو، یا پیسے ہوں، یا بہت کچھ دنیا کی چیزیں ہوں عہدے ہوں، آدمی خوش حال ہوگا، اس سے کوشحالی کا تعلق ہے ہی نہیں، کتنے قیمتی آپ بستر پے ہوں، کمرے میں سجاوٹ میں ہوں، خوبصورت اور آرام دہ بستر یا چارپائی ہو، اگر دل خوش نہیں تو رات میں بھی چین نہیں۔

مصیبت والی زندگی

ہزاروں کو آپ دیکھیں گے نیند کی گولیاں کھاتے ہوئے، لیکن پریشانی کے عالم میں ہیں، تجوریاں بھری

ہوئی ہیں، لیکن پریشانی میں ہیں، تو گویا یہ جو پہلا رخ ہے پریشانی کا مصیبت کا اس کا تعلق پیسے سے نہیں ہے یا غربت سے نہیں ہے۔

اطمینان والی زندگی

اور دوسرا رخ جو زندگی کا ہے، مطمئن زندگی، خوبصورت زندگی، وہ کیسی زندگی ہے؟ اس میں چاہے کچھ بھی نہ ہو چاہے نہ دولت ہو نہ پیسے ہوں، کچھ بھی نہ ہو، لیکن زندگی بڑی مزے دار ہوتی ہے، بہت سکون سے انسان زندگی گزار رہا ہوتا ہے، کوئی پریشانی اس کی زندگی میں ہوتی ہی نہیں، وہ مطمئن ہے کیونکہ الحمد للہ دل مطمئن ہے۔

جب دل خوش ہوتا ہے تو ہر چیز پر سکون نظر آتی ہے، ہر چیز خوش نظر آئے گی وہ ویسے ہی ہنسے گا، کیوں؟ بھائی کیوں ہنس رہا ہے؟ پتہ چلتا ہے کہ اس کا دل اندر سے خوش ہے، اگر دل غم زدہ ہے تو ہر چیز اس کی روتی ہوئی نظر آتی ہے، دو رخ ہوئے! تو ایک تو اتنی گندی زندگی ہوئی اور یہی زندگی ہے ایک انسان کی، ایک اتنی خوبصورت زندگی ہے یہ دو رخ ہوئے۔

موت کے دو رخ

مصیبت وشدت کا عالم

اب موت! موت کے بھی دو رخ ہیں، ایک موت جو بتائی گئی ہے، حدیث کے اندر آیا ہے کہ سب سے سخت ترین لمحہ جو ہوتا ہے انسان کے لئے وہ موت کا ہوتا ہے، اس دنیا کو چھوڑ کر دوسری دنیا میں جا رہا ہوتا ہے، منتقل ہو رہا ہوتا ہے اور ساری حقیقتیں سامنے نظر آ رہی ہوتی ہیں، تو اس کا انجام بھی اس کی زندگی کے مطابق ہوتا ہے، جس طرح اس نے زندگی گزاری ہے ویسے انجام ہوگا، اور موت کی سختی اور نزع کا وقت بڑا امتحان کا وقت ہے انسان کے لئے، بڑے بڑے لوگوں نے اس سے پناہ مانگی ہے کہ یا اللہ تعالی ہمارے لئے موت کا وقت آسان کر دینا۔

مرنے والے کو جو لوگ دیکھ رہے ہوتے ہیں ان کو نہیں پتہ ہوتا ہے، لیکن جو مر رہا ہوتا ہے اس کی حالت وہی ہوتی ہے، بہت سی حدیثیں ہیں اس پر کہ فرشتے کس طریقے سے سختی سے جان نکالتے ہیں، بڑی بڑی اس پر حدیثیں ہیں سنتے رہتے ہیں ہم لوگ، اور دوسرا رخ موت کا؟ سبحان اللہ!۔

سُرور وفرحت کا عالم

ایسے ہی ہے کہ جیسے گلاب کا پھول کسی نے سونگھا دیا اور یہ دو رخ ہوئے، دیکھئے! کتنا فرق ہے دونوں میں! ایک روح پرواز کر گئی، اس طرح جا رہا ہے اور ایک اس طرح جا رہا ہے، دونوں انسان اس دنیا سے جا رہے ہیں۔

قبر کے دو رُخ

جہنم کا گڑھا

اب قبرا قبر میں دو رخ اللہ نے بنائے، ایک قبر ایسی کہ جاتے ہی بھیانک چیزیں، بدنگی اور پھر اس کے بعد عذاب، اژدھے اور آگ اور برا حال ہے۔

جنت کا باغ اور پرلطف مناظر

اور دوسرے انسان کے لئے وہی قبر جنت کی کیاری بنی ہوگی وہ تو حیران ہوگا کہ کیسے جنت کی کھڑکیاں کھلی ہیں اور ماشاء اللہ قالین بچھے ہیں اور روشنی جل رہی ہے، اور دیکھے گا کہ کدھر آ گیا، اہتمام، استقبال، بہت مزے اور ایسے ایسے روحوں کو دیکھ رہا ہے جن کو زندگی میں دیکھنے کیلئے ترستا تھا، الحمدللہ وہ نظارے نظر آ رہے ہیں، جنت کے وہ مکان دکھائے جا رہے ہیں کہ تیرا محل وہ ہے، آرام سے دیکھ، حدیث شریف میں آتا ہے کہ اس کو نو بیاہتی دلہن کی طرح سلا دیا جاتا ہے کہ سو جا آرام کر کیوں گھبراتا ہے۔

حشر کے دو رخ

تو فرق کیا ہے دونوں میں؟ ایک کا حال کیا ہے؟ عذاب اژدہے اور مصیبتیں، اور دوسرے کا حال کیا ہے؟ یہ دو رخ ہوئے، اب موت کے بعد حشر کا میدان، حشر میں دو رخ ہیں۔

عرش کا سایہ

ایک تو وہ ہوں گے الحمدللہ، جو حشر کے میدان کے اندر بھی عرش کے سائے کے اندر بیٹھے ہوں گے، لذیذ کھانا چل رہا ہوگا، مزے آ رہے ہوں گے، نہ کوئی انتظار نہ کچھ فکر ایسی دنیا میں وہ پہنچ چکے ہوں گے اور مزے ہی مزے ہوں گے، کوئی گرمی نہیں نہ کچھ اور، عرش کا سایہ؟ عرش کا سایہ تو بہت بڑا مقام ہے کیا لوازمات ہوں گے الحمدللہ آیا ہے نا حدیث میں؟۔

گرمی سے بُرا حال اور بے حساب پسینہ

دوسرا رخ، وہاں گرمی کا ہوگا ہمارے یہاں وہ temperature بتایا ہی نہیں جا سکتا کہ کیا temperature ہوگا temperature ہے ہی نہیں، ساری دنیا کی گرمی بھی جمع کر لے نا، پھر بھی سورج کا وہ temperature نہیں آئے گا، تو اس وقت حشر کے میدان میں ہوں گے، اپنے اپنے پسینوں کے اندر ڈوبے ہوئے ہوں گے، کوئی منھ تک، کوئی ناک تک، کوئی ہاتھ تک، بالکل ڈوبا ہوگا اپنے پسینہ میں، اور حساب و کتاب کے انتظار میں 500 سال گزر جائیں گے، کیسا خطرناک وقت ہوگا؟ یعنی ایک تو عرش کے سائے میں اور دوسرا اس پوزیشن میں، دو رخ ہو گئے حشر کے بھی، تیسرا، آگے

اس کے بعد کیا ہے؟ کہ پلصراط ہے۔

پل صراط کے دو رخ

بال سے زیادہ باریک اور تاریکی بے حد

پل صراط میں دو رخ، سبحان اللہ بال سے زیادہ باریک ہے، اندھیرا گھپ ہے جہاں پر، اور تلوار سے بھی زیادہ بلکہ کئی تلواروں سے بھی زیادہ تیز ہے، کہ آدمی بس گیا اور کٹا۔

روشنی کے ساتھ گذرنا

تو وہاں پر آپ کو الحمدللہ کچھ لوگ تو ایسے نظر آئیں گے کہ بجلی کی کوندکی طرح اس میں سے بھاگتے ہوئے جا رہے ہوں گے اور وہ روشنی کے اندر ہوں گے، روشنی پتہ نہیں کہاں سے آگئی، رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ہمارے جسموں اور پیشانیوں سے روشنی آرہی ہوگی، بجلی کی کوندکی طرح اس میں سے نکل جائیں گے، اور دوسرا رخ کیا ہوگا کہ لوگ اللہ اکبر! کٹ کٹ کے گر رہے ہوں گے نیچے، جہنم کے اندر، آگ کے اندر، چیخ اور پکار ہوگی، اندھیرا ہوگا کوئی پرسانِ حال نہ ہوگا، یہ دو رخ ہوگئے۔

جنت کے دو رخ

بلا حساب و کتاب داخلہ

اب جنت! جنت کے بھی دو رخ، ایک رخ تو یہ ہوگا کہ الحمدللہ، عرش سے نکلیں گے لوگ اور بے حساب و کتاب جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے، ان کو اتنی بھی تکلیف نہ ہوگی کہ کھڑے ہو کے ان سے کوئی حساب مانگے، کوئی میزان نہیں جاؤ! جاؤ! فرشتے کہیں گے تمہیں کون روک سکتا ہے؟ تم تو اللہ کے نیک بندے تھے، تمہارے اعلان تو دنیا میں ہو چکے تھے جاؤ تمہارے لئے انتظار کر رہے ہیں تمہارے محلات۔

پہلے سزا پھر جنت

اور دوسرے لوگ؟ دوسرا رخ؟ وہ بھی جنت میں جائیں گے، لیکن اس وقت بس انسان کو پہلے آگ کے اندر پھینکا جائے گا، جہنم کی آگ میں پاک کیا جائے گا، سزائیں دی جائیں گی اس کے بعد جنت میں جائیں گے، جنت کے بھی دو رخ ہوئے، جہنم کے بھی دو رخ ہیں۔

ہمیشہ کیلئے گئے

جہنم کے دو رخ کیا ہیں؟ ایک تو وہ لوگ ہوں گے جو ہمیشہ کے لئے جہنم میں ڈال دئے جائیں گے ہمیشہ کے لئے، بس تصور بھی نہیں پیچھے ہی جائیں گے جہنم کے اوپر نہیں آسکیں گے، دن بدن عذاب بڑھیں گے ترقی ہوگی عذابوں میں۔

اور دوسرا رخ کیا ہوگا؟ کہ وہ ہمیشہ رہیں گے نہیں جہنم میں لیکن جہنم میں جانے کے بعد سزائیں بھگتنے کے بعد اللہ تعالی ان کو جہنم سے نکال دے گا۔

دو رخ کیوں رکھے گئے؟

تو میرے بھائی، دنیا سے لے کر، زندگی سے لے کر آخرت تک اللہ پاک نے دو رخوں میں ہر چیز کی تقسیم کی ہے، اور موقع ہمیں دیا کہ ان دو رخوں میں سے جس رخ کو تم اختیار کرنا چاہو، اللہ تعالی تمہارے ساتھ ایسے ہی معاملہ کردے گا، اس کے لئے اللہ تعالی نے ہمیں پوری زندگی دی ہے وسائل دئے ہیں، دئے ہیں نا؟ وقت دیا ہے عقل دی ہے، شعور دیا ہے، صحت دی ہے، اور پورا ایک وقت دیا ہے، یہاں تک کہ پہلے انتخاب کرلو اسی دنیا سے پسند کرلو، یہیں سے کام تم اپنا شروع کرو، عقلمند لوگ سمجھ جاتے ہیں کہ بھائی واقعی یہ تو دو چیزیں ہیں جو بالکل صحیح ہیں اور اللہ نے بندے کو سارا اختیار دیا ہے۔

اچھے رُخ کا انتخاب کیا جائے

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بندہ کیا کرے؟ سب سے پہلے تو تلاش یہ کیا جائے کہ دو رخ پیدا کیوں ہوتے ہیں؟ کیا چیز ہے جو اتنا جدا کردیتی ہے انسان کو؟ دیکھان کتنا فرق ہے دونوں میں؟ زمین آسمان کا فرق ہے، وہ کونسی ایسی چیز ہے جس نے انسان کو دو حصوں میں تقسیم کردیا، کہ اگر پتہ چل جائے تو اس چیز کو اختیار کرلے آدمی الحمد للہ، بالکل صحیح بات ہے نا، کیا چیز ہے بھائیو؟ جس نے انسان کو دو رخوں میں تقسیم کردیا، کہ ایک ایسا اور ایک ایسا، وہ ایک چیز ہے، صرف ایک، اس کو اگر ہم کنٹرول کرلیں قابو کرلیں اس کے ساتھ اپنے معاملہ کو صحیح کرلیں، تو الحمد للہ پہلے رخ پہ انسان چلتا چلا جائے گا۔

کامیابی کا راستہ کیا ہے؟

بس یہ ہے آج کا پیغام سن لیں! وہ کیا چیز ہے؟ اور اس چیز کو کرنے کے لئے اللہ نے ہمیں یہاں دنیا میں بھیجا ہے، جو لوگ اس میں کامیاب ہوگئے جنہوں نے اس چیز کو سمجھ لیا اور اس کو کنٹرول کرلیا آتی سی بات ہے، اور جو لوگ بس ایسے ہی رہے، وہ پھر بچ نہیں سکتے، بس وقت ضائع کیا زندگی کے اندر، وہ ہے کیا چیز؟ ایک ہی چیز ہے اور وہ ہے گناہ، کیا ہے؟ گناہ ہیں۔

گناہ ہر جگہ ذلیل کرتا ہے انسان کو

گناہ ہی ہماری زندگی کو برباد کرتا ہے، گناہ ہی ہماری قبر کو برباد کرے گا، گناہ ہی ہمیں حشر کے میدان میں ذلیل کرے گا، گناہ ہی ہے جو ہمیں جہنم میں بھیجے گا، گناہ ہی ہمیں جنت میں عذابوں کے بعد بھیجے گا، اگر ہم اس گناہ کو کنٹرول کرلیں اور گناہ سے بچ جائیں تو الحمدللہ دنیا سے لے کے جنت تک پتہ ہی نہیں چلے گا، اتنی سی بات ہے، بات چھوٹی ہے لیکن بہت موٹی ہے، ایسے ہی ہے نا؟ گیا کدھر؟ گناہ کس کو کہتے ہیں؟۔

گناہ کیا ہے؟

گناہ کی کیا تعریف ہے؟ اللہ کی نافرمانی، جو بھی اللہ کی نافرمانی ہے وہ کیا بن جاتا ہے؟ گناہ بن جاتا ہے، نافرمانی کیا چیز ہے؟ کہ کسی چیز کا اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کرنے کا حکم دیا ہے اس کو ہم نہیں کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں کسی چیز سے روکا ہے کہ یہ نہ کرو اور ہم وہ کر رہے ہیں، تو دو صورتیں ہو گئیں، کرنے پر بھی اور نہ کرنے پر بھی۔

نافرمانی کا نام گناہ ہے

دو چیزیں اللہ فرماتے کیا ہیں؟ نافرمانی ہے اور نافرمانی لازمی گناہ ہے، پورے گناہوں کی ہسٹری صرف اتنی ہی ہے کہ جس وقت انسان گناہ کر رہا ہوتا ہے، یا تو اللہ نے روکا ہوتا ہے اور اس فعل کو وہ کر رہا ہے، یا اللہ پاک نے کرنے کو کہا ہوا ہوتا ہے اور وہ اس فعل کو نہیں کرتا، جیسے اللہ نے حکم دیا کہ نماز پڑھو، فجر کی نماز پڑھو، کہا ہے نا؟ یہ کس کا حکم ہے؟ اللہ کا حکم ہے۔

حکم الٰہی کے خلاف کرنا نافرمانی ہے

ہم نے اگر پڑھ لی تو کیا ہوا؟ اللہ کا حکم مان لیا اور جس نے نہیں پڑھی وہ کیا ہوا؟ گنہگار ہو گیا، یہ ہے زندگی کا ایک رخ، کہ ہم نے الحمدللہ کیا کرنا ہے؟ اللہ کی بالکل تابعداری کے ساتھ چلنا ہے، کہ جو چیز بھی اللہ منع فرمارہے ہیں اس سے رک جائیں اور جس چیز کا اللہ حکم فرمارہے ہیں اس کو کرلیں، جس نے اپنی زندگی اس اعتبار سے گزار لی، اس حیثیت سے گزار لی، بس وہ ہر جگہ کامیاب ہوتا چلا گیا الحمدللہ، اس کے لئے تو کوئی مشکل ہے ہی نہیں کوئی چیز کی آپ سوچیں! کرنا چاہئے یا نہیں انسان کو؟ جو کچھ بھی ہو جائے انسان کے ساتھ، اس کے لئے ڈٹ جانا چاہئے کہ بھائی اس کے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں ہے ہمارے لئے، اگر اللہ کا حکم نہیں مانیں گے تو ختم اور برباد ہو جائیں گے، تباہ ہو جائیں گے، کسی مقام کے ہم تو نہیں ہیں، تو شعور کو جگائیں اور گناہوں کو کنٹرول کریں۔

منتخبات

مسائل وفتاویٰ

ادارہ

سوال: قربانی کس پر واجب ہے؟۔

جواب: قربانی ہر اس مسلمان، آزاد، عاقل، بالغ، مقیم، مرد وعورت پر واجب ہوتی ہے جس کی ملکیت میں قربانی کے دنوں میں ساڑھے سات تولہ (۸۷/گرام ۴۸۰/ملی گرام) سونا یا ساڑھے ۵۲/تولہ (۶۱۲/گرام ۳۶۰/ملی گرام) چاندی یا چاندی کی قیمت کا مال ہو، جو اس کی حاجاتِ اصلیہ (زندگی گذارنے کے ضروری اسباب) سے زائد اور قرض سے فارغ ہو مجمع الانہر ص ۵۱۶/ج ۲/میں ہے **وانما تجب علی حر مسلم مقیم موسر عن نفسہ الخ** اسی طرح رد المحتار ص ۲۱۹/ج ۵/میں ہے **وشرائطھا الاقامۃ والیسار الخ** (ہدایہ ص ۴۴۳/ج ۴)۔

سوال: بالغ اولاد کی طرف سے قربانی کرنا کیسا ہے؟۔

جواب: اولاد اگر بالغ ہو تو اس کی ملکیت کا علیحدہ اعتبار ہے، اگر وہ صاحب نصاب ہو تو اس پر قربانی واجب ہوگی، باپ پر اس کی طرف سے قربانی کرنا واجب نہیں، **ولا یجب علی الرجل ان یضحی عن عبدہ ولا عن ولدہ الکبیر** (بدائع ص ۹۶/ج ۵/عالمگیری ص ۲۹۲/ج ۵)۔

سوال: عورت پر قربانی کرنا واجب ہے یا نہیں؟۔

جواب: اگر کسی عورت کے پاس زیورات ہوں اور نصاب کے برابر ہوں تو اگر وہ عورت ان زیورات کی خود مالک ہو تو اس پر قربانی واجب ہے اور اگر ان زیورات کا مالک اس کا شوہر یا اس کا باپ یا کوئی اور شخص ہو اور عورت کو صرف پہننے کیلئے ملا ہو تو ان زیورات کی وجہ سے عورت پر قربانی واجب نہ ہوگی، بلکہ جو مالک ہے اس پر واجب ہوگی، **لا الذکورۃ فتجب علی الانثی الخ** (الدرالمختار مع شامی ص ۴۵۲/ج ۹/زکریا)۔

سوال: بیوی کی طرف سے قربانی کا کیا حکم ہے؟۔

جواب: شوہر پر بیوی کی طرف سے قربانی کرنا واجب نہیں، بیوی پر اگر قربانی واجب ہو تو وہ خود اپنے مال سے قربانی کرے، البتہ اگر شوہر بیوی کی طرف سے (اذناً یا عادۃً) قربانی کردے تو اسکی واجب قربانی

ادا ہو جائے گی۔ ولیس علی الرجل ان یضحی عن اولادہ الکبار وامرأتہ الا باذنہ (عالمگیری رص ۲۹۳ رج ۵ رشامی رص ۲۲۲ رج ۵ رامداد الفتاویٰ رص ۶۱۰ رج ۳ ررحیمیہ رص ۳۲۹ رج ۹)۔

سوال: مشترکہ خاندان پر قربانی کا کیا حکم ہے؟۔

جواب: اگر باپ کی وفات کے بعد اولاد ایک ساتھ رہ کر کاروبار کرتی ہو اور ان کا مال مشترک ہو تو وہ سب برابر کے حصے دار ہیں، پس اگر مشترک مال یا جائداد تقسیم کرنے کے بعد ہر ایک کا حصہ نصاب کو پہنچ جاتا ہو تو ہر ایک بالغ اولاد کو اپنے نام سے قربانی کرنا ضروری ہے، کسی ایک کی طرف سے قربانی کرنا کافی نہیں ہے اور اگر انفرادی طور پر ہر ایک کا حصہ نصاب کے بقدر نہ ہو تو ان پر قربانی واجب نہیں ہوگی، فتجب التضحیۃ علی حر مسلم مقیم موسر بیسار الفطرۃ عن نفسہ۔

(شامی رص ۳۰۷ رج ۹ رمجمع الانہر رص ۵۱۶ رج ۲)

قربانی کے واجب ہونے اور نہ ہونے کی چند صورتیں:

(۱) ایک شخص کے پاس دو مکان ہیں، ایک مکان اس کی رہائش کا ہے اور دوسرا خالی ہے تو اس پر قربانی واجب ہے، جب کہ اس خالی مکان کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت کے برابر ہو (۲) ایک مکان میں وہ خود رہتا ہے اور دوسرا مکان کرایہ پر دیا ہوا ہے تو اس پر بھی قربانی واجب ہے، البتہ اگر اس کا ذریعۂ معاش یہی مکان ہو تو یہ بھی ضروریات زندگی میں شمار ہوگا اور اس پر قربانی واجب نہیں ہوگی (۳) کسی کے پاس دو گاڑیاں ہیں ایک عام استعمال کی ہے اور دوسری زائد تو اس پر بھی قربانی واجب ہے (۴) کسی کے پاس دو پلاٹ ہیں ایک اس کی سکونتی مکان کے لئے ہے اور دوسرا زائد ہے تو اگر اس کے دوسرے پلاٹ کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت کے برابر ہو تو اس پر بھی قربانی واجب ہے (۵) ایک شخص ملازم ہے اس کی ماہانہ تنخواہ سے اس کے اہل وعیال کی گذر بسر ہو سکتی ہے، پس انداز نہیں ہو سکتا اس پر قربانی واجب نہیں، جب کہ اس کے پاس کوئی اور مالیت نصاب کے برابر نہ ہو (۶) ایک شخص کے پاس ہل جوتنے کے لئے بیل اور دودھیاری گائے بھینس کے علاوہ اور مویشی اتنے ہیں کہ ان کی مالیت نصاب کو پہنچتی ہے تو اس پر قربانی کرنا واجب ہے (۷) ایک شخص کے پاس زرعی اراضی ہے جس کی پیداوار سے اس کی گذر اوقات ہوتی ہے، وہ زمین اس کی ضروریات میں سے گنی جائے گی والموسر فی ظاہر الروایۃ من لہ مائتا درھم او عشرون دیناراً او شیئی یبلغ ذالک سوی مسکنہ ومتاع مسکنہ ومرکوبہ وخادمہ فی

حاجته التي يستغني عنها فاما ماعدا ذلک من سائمة او رقيق او خيل او متاع لتجارة او غيرها فانه يعتد به من يساره۔

(عالمگیری رص۲۹۲رج۵رخلاصۃ الفتاویٰ رص۳۹رج۴رآپ کے مسائل اوران کاحل رص۱۶۲،۱۶۰رج۴)

سوال: مقروض پر قربانی واجب ہے یا نہیں؟۔

جواب: اگر کوئی شخص مقروض ہوتو قرض ادا کرنے کے بعد اس کی ملکیت میں ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت حاجات اصلیہ سے زائد موجود ہوتو اس پر قربانی واجب ہے ورنہ نہیں ولو کان علیه دين بحيث لو صرف فيه نقص نصابه لاتجب (عالمگیری رص۲۹۲رج۵ربدائع رص۹۰رج۵)۔

سوال: مسافر پر قربانی واجب ہے یا نہیں؟۔

جواب: ایام قربانی میں جو شخص مسافر ہو اس پر قربانی واجب نہیں، ومنها الاقامة فلاتجب على المسافر (عالمگیری رص۲۹۲رج۵ربدائع رص۹۵رج۵)۔

سوال: قربانی میں عقیقہ کا حصہ لینا کیسا ہے؟

جواب: قربانی کے بڑے جانور میں عقیقہ کا حصہ لینا درست ہے، وكذا لو اراد بعضهم العقيقة عن ولد قد ولد له من قبل ذلک جهة التقرب بالشكر على نعمة الولد۔

(شامی رص۴۷۲رج۹رعالمگیری رص۳۰۴رج۵ربدائع رص۷۰ارج۵)

سوال: کیا چھ آدمی مل کر ایک حصہ یا ایک بکرا حضور ﷺ کے نام سے کر سکتے ہیں؟۔

جواب: چھ آدمیوں نے مل کر ایک بکرا حضور ﷺ کے نام سے کیا تو ایسا کرنا درست ہے، حسب ذیل روایت فقہیہ سے جواز ثابت ہوتا ہے۔ان مات احد السبعة المشتركين في البدنة وقال الورثة اذبحوا عنه وعنكم صح عن الكل استحسانا لقصد القربة من الكل ولو ذبحوها بلا اذن الورثة لم يجزهم۔

(شامی رص۴۷۱رج۹ررحیمیہ ر۹۰رج۲رمحمودیہ رص۳۳۷رج۱۴رامداد الفتاویٰ رص۵۷۳رج۳)

سوال: جس کا عقیقہ نہ ہوا ہو اس پر قربانی واجب ہے یا نہیں؟

جواب: جو شخص قربانی کے دنوں میں صاحب نصاب ہو اس پر قربانی واجب ہے، خواہ اس کا عقیقہ ہوا ہو یا نہ ہوا ہو وانما تجب على حر مسلم مقيم موسر بيسار۔

(مجمع الانھر رص۵۱۶رج۲رشامی رص۴۵۷رج۹ررحیمیہ رص۳۲۵رج۹رآپ کے مسائل اوران کاحل رص۲۲۱رج۴)

قربانی کے جانوروں کی تفصیلات

سوال: کن جانوروں کی قربانی جائز ہے؟۔

جواب: بکرا، بکری، بھیڑ، دنبہ، بھینس، بھینسا، اونٹ، اونٹنی ان جانوروں کی شرعاً درست ہے، ان کے علاوہ کی قربانی درست نہیں، وأما جنسه فهو أن يكون من الاجناس الثلاثة، الغنم أو لابل أو البقر ويدخل في كل جنس نوعه والذكر والانثى منه، والمعز نوع من الغنم، والجاموس نوع من البقر (عالمگیری رص ۲۹۷ رج ۵)۔

سوال: چوری کیے ہوئے جانور کی قربانی کا کیا حکم ہے؟

جواب: چوری کیے ہوئے جانور کی قربانی درست نہیں ہے ناجائز ہے، اس سے قربانی ذمہ سے ساقط نہ ہوگی اذا اغتصب شاة انسان فضحي بها عن نفسه انه لا تجزئه لعدم الملك۔

(بدائع الصنائع رص ۱۱۴ رج ۵ رشامی رص ۲۳۳ رج ۵)

سوال: قربانی کے جانور کی عمر کیا ہو؟

جواب: اونٹ واونٹنی پانچ سال، بیل، گائے، بھینس، بھینسا مکمل دو سال کا ہونا ضروری ہے، بکرا، بکری مکمل ایک سال کا ہونا ضروری ہے، اگر ایک آدھا دن بھی سال مکمل ہونے میں کم ہو تو اس کی قربانی درست نہ ہوگی۔

وصح المثنى فصاعدا من الثلاثة والمثنى هو ابن خمس من الابل وحولين من البقر والجاموس وحول من الشاة۔ (بدائع رص ۳۲۳ رج ۴ رفتاویٰ رحیمیہ رص ۱۸۰ رج ۳)۔

سوال: سینگ ٹوٹے ہوئے جانور کی قربانی کا کیا حکم ہے؟

جواب: جس جانور کے پیدائشی طور پر سینگ نہ ہوں یا نصف یا اس سے زائد ٹوٹ گئے ہوں لیکن جڑ سے نہ اکھڑے ہوں یا اوپر کا کھول اتر گیا ہو تو اس جانور کی قربانی جائز ہے، اگر جڑ ہی سے اکھڑ گیا اور اس چوٹ کا اثر دماغ تک پہونچ گیا ہو تو اس جانور کی قربانی درست نہیں۔ ويجوز بالجماء التي لاقرن لها وكذا مكسورة القرن كذا في الكافي وان بلغ الكسر المشاش لايجزيه والمشاش رؤس العظام مثل الركبتين والمرفقين۔

(عالمگیری رص ۲۹۷ رج ۵ رفتح القدیر رص ۴۳۴ رج ۸ ربحر الرائق رص ۱۷۶ رمحمودیہ رص ۲۵۸ رج ۱۷ رحیمیہ رص ۱۸۳ رج ۳ رآپ کے مسائل رص ۱۸۸ رج ۴)

سوال: جس جانور کے کان نہ ہوں اس کی قربانی کا کیا حکم ہے؟۔

جواب: جس جانور کے پیدائشی طور پر دونوں کان نہ ہوں یا ایک ہی کان ہو یا ایک کان یا دونوں کان مکمل کٹ گئے ہوں تو اس کی قربانی جائز نہیں ہے، البتہ جس جانور کے کان پیدائشی طور پر چھوٹے ہوں اس کی قربانی جائز ہے، **لاتجوز مقطوعة الاذنين والتي لااذن لها في الخلقة ويجزى السكاء وهي صغيرة الاذن فلا تجوز مقطوعة احدى الاذنين بكمالها والتي لها اذن واحد خلقة۔**

(عالمگیری رص ۲۹۷ رج ۵ ر بدائع رص ۱۱۱ رج ۵ رفتاویٰ رحیمیہ رص ۱۶۷ رج ۶ رآپ کے مسائل رص ۱۸۹ رج ۴ ر ہدایہ رص ۴۴۷ رج ۴ رشامی رص ۲۲۷ رج ۵)

سوال: قربانی کرنا کس دن افضل ہے؟۔

جواب: دس ذی الحجہ کو قربانی کرنا افضل ہے، اس کے بعد گیارہ کو، اس کے بعد بارہ کو، **افضلها اولها ثم الثاني، ثم الثالث، كما في القهستاني** (شامی رص ۴۵۸ رج ۹ رعالمگیری رص ۲۹۵ رج ۵)۔

سوال: قربانی کا وقت کیا ہے؟۔

جواب: جن بستیوں یا شہروں میں نماز جمعہ وعیدین جائز ہے وہاں نماز عید سے پہلے قربانی جائز نہیں، اگر کسی نے نماز عید سے پہلے قربانی کر دی تو اس پر دوبارہ قربانی لازم ہے، البتہ چھوٹے گاؤں جہاں جمعہ وعیدین کی نمازیں نہیں ہوتیں یہ لوگ دسویں تاریخ کی صبح صادق کے بعد قربانی کر سکتے ہیں، **وقت الاضحية يدخل بطلوع الفجر من يوم النحر الا انه لا يجوز لاهل الامصار الذبح حتى يصلي الامام العيد، فاما اهل السواد فيذبحون بعد الفجر** (ہدایہ رص ۴۴۵ رج ۴ رالدرالمختار مع الشامی رص ۴۶۰ رج ۹ رجواہر الفقہ رص ۴۴۹ رج ۱)۔

سوال: پہلے دن اگر کسی عذر کی وجہ سے نماز عید نہیں پڑھی گئی تو قربانی کب کرے؟۔

جواب: اگر کسی عذر (مثلاً بارش وغیرہ) کی وجہ سے دس ذی الحجہ کو نماز عید نہ ہو سکے تو اسی روز زوال کے بعد قربانی کرنا درست ہے **وبعد مضي وقتها لو لم يصلوا لعذر وفي الشامي (بعد مضي وقتها) اى وقت الصلوة. ووقت الصلوة من الارتفاع الى الزوال** (الدرالمختار مع الشامی رص ۴۶۱ رج ۹)۔

سوال: ایک جگہ نماز عید ہو جائے تو سب کے لئے قربانی جائز ہے یا نہیں؟۔

جواب: اگر شہر میں ایک جگہ عید کی نماز ہو جائے خواہ عیدگاہ میں ہو یا مسجد میں، تو سب کے لئے قربانی کرنا جائز ہے **ولو ضحى بعد ما صلى اهل المسجد، ولم يصل اهل الجبانة اجزأه استحساناً، لانها صلاة**

معجزة حتی لو اکتفوا بھا اجزأتھم، وکذا عکسہ (شامی زکریا رص ۴۶۰ رج ۹ رہدایہ ۴۳۶ رج ۴)۔

سوال: قربانی کے وقت میں مقام قربانی کا اعتبار ہے یا نہیں؟۔

جواب: قربانی کے درست ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ جس کی طرف سے قربانی ہورہی ہے وہ نماز عید ادا کرچکا ہو، بلکہ قربانی کی جگہ کا اعتبار ہے، جس جگہ قربانی ہورہی ہے وہاں نماز عید ہوچکی ہو تو یہ کافی ہے اور اسی کا اعتبار ہے، علامہ حصکفیؒ فرماتے ہیں: والمعتبر مکان الاضحیۃ لامکان من علیہ (الدر المختار مع الشامی رص ۴۶۱ رج ۹ رکتاب الفتاوی رص ۲۶۱ رج ۴)۔

سوال: رات میں قربانی کرنا کیسا ہے؟۔

جواب: رات میں قربانی کرنا مکروہ تنزیہی ہے،ان المستحب ان یکون الذبح بالنھار، ویکرہ باللیل والاصل فیہ ماروی عن رسول اللہ ﷺ انہ نھیٰ عن الضحی لیلاً وعن الحصاد لیلاً وھو کراھۃ تنزیہ ومعنی الکراھۃ یحتمل ان یکون لوجوہ الخ۔(بدائع رص ۱۸۸ رج ۴ رالدر المختار مع الشامی رص ۴۶۳ رج ۹ رعالمگیری رص ۲۹۵ رج ۵ رالبحر الرائق کوئٹہ رص ۱۷۶ رج ۸)۔

مسائل ذبح

سوال:۔ ذبح کرنے میں گردن علیحدہ ہوجائے تو کیا کرے؟۔

جواب: ذبح کرتے میں اگر جانور کی گردن جدا ہوجائے تو اس کا کھانا حلال ہے، مکروہ اور حرام نہیں، ہاں قصداً یا لاپرواہی سے اس طرح ذبح کرنا مکروہ ہے، ومن بلغ بالسکین النخاع، او قطع الراس، کرہ لہ ذلک،وتوکل ذبیحتہ (ہدایہ اشرفی رص ۴۳۸ رج ۴)۔

سوال: چرم قربانی کا مصرف کیا ہے؟۔

جواب: چرم قربانی کا حکم قربانی کے گوشت کی طرح ہے جس کے دینے کے لئے فقیر، غیر صاحب نصاب، یا غیر سید ہونا لازم نہیں بلکہ فقیر، صاحب نصاب، سید کو دینا درست ہے، البتہ معاوضہ اور اجرت میں دینا کسی کو بھی درست نہیں نہ امام کو نہ مؤذن کو نہ صاحب نصاب کو نہ فقیر کو نہ امام وغیرہ کو اس کا لینا جائز ہے، البتہ اگر چرم قربانی کو فروخت کردیا ہے تو اس کی قیمت کو بطور صدقہ کسی فقیر کو دینا واجب ہے خود رکھنا یا کسی مالدار کو دینا یا کسی کو اجرت میں دینا ہرگز جائز نہیں (ردالمحتار کتاب الاضحیہ رص ۳۲۸ رج ۶)۔

نابالغ کا ذبیحہ

ذبح کرنے والے کا بالغ ہونا ضروری نہیں، اگر نابالغ ذبح کرنے کو سمجھتا ہو اور ذبح کرنے پر قادر ہو تو اس کا ذبیحہ حلال ہے فان کان الصبی یعقل الذبح ویقدر علیہ تو کل ذبیحتہ (عالمگیری رص ۲۸۵ رج ۵)۔

قربانی کی دعا

قربانی کے جانور کو بائیں پہلو پر قبلہ رخ لٹائے اور یہ دعا پڑھے انی وجہت وجھی للذی فطر السمٰوات والارض علی ملۃ ابراھیم حنیفا وما انا من المشرکین ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لاشریک لہ وبذالک امرت وانا من المسلین اللھم منک ولک پھر "بسم اللہ اللہ اکبر" کہہ کر جانور کو ذبح کردے، ذبح کرنے کے بعد یہ دعا پڑھے اللھم تقبل منی کما تقبلت من حبیبک محمد و خلیلک ابراھیم علیھما الصلاۃ والسلام اگر قربانی دوسرے کی طرف سے کرنی ہو تو منی کی جگہ من کہہ کر اس کا نام لے پھر دعا مذکورہ مکمل پڑھے (ابوداؤد رص ۳۸۶ رج ۲ رمشکوٰۃ رص ۱۲۸)۔

سوال: ذبح میں کتنی رگیں کاٹنا ضروری ہے؟۔

جواب: ذبح کا بہتر اور متفق علیہ طریقہ یہ ہے کہ چار رگیں (حلقوم، مری، ودجان) کاٹی جائیں اور اگر ان میں سے کوئی بھی تین رگیں کاٹی جائیں تو بھی ذبیحہ حلال ہو جاتا ہے۔

بہشتی زیور میں ہے: ذبح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جانور کا منہ قبلہ کی طرف کر کے تیز چھری ہاتھ میں لے کر بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر اس کے گلے کو کاٹے، یہاں تک کہ چار رگیں کٹ جاویں، ایک نرخرہ جس سے سانس لیتا ہے، دوسری وہ رگ جس سے دانہ پانی جاتا ہے اور دو شہ رگیں، جو نرخرہ کے دائیں بائیں ہوتی ہیں، اگر ان چار میں سے تین ہی رگیں کٹیں تو بھی ذبیحہ درست ہے اس کا کھانا حلال ہے اور اگر دو ہی رگیں کٹیں تو وہ جانور مردار ہو گیا، اس کا کھانا درست نہیں (بہشتی زیور تیسرا حصہ رص ۷۰) والعروق التی قطع فی الذکاۃ اربعۃ الحلقوم، والمری، والودجان وعندنا ان قطعھا (ای الاربع) حل الاکل وان قطع اکثرھا (ای الثلث ای ثلث کان) فکذالک عن ابی حنیفۃ (ہدایہ رص ۴۳۷ راشرفی، مجمع الانہر رص ۵۰۷ رج ۲)۔

سوال: ذبح کرتے وقت ذابح نے بسم اللہ نہیں پڑھی تو کیسا ہے؟۔

جواب: ذبح کرتے وقت اگر ذابح نے بسم اللہ قصداً نہیں پڑھی تو وہ جانور مردار ہے اس کا کھانا حرام ہے اور اگر بھول گیا تو ذبیحہ حلال ہے اور اس کا کھانا درست ہے وان ترک الذابح التسمیۃ عمداً فالذبیحۃ میتۃ لاتوکل وان ترکھا ناسیا اکل (ہدایہ رص ۴۳۵ رج ۴ راشرفی، مجمع الانہر رص ۵۰۸ رج ۲)۔

پیغامات

پیغام

از: حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ نقشبندی دامت برکاتہم

محدث ومدیر جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

۱۲ـ۱۳/ اگست ۲۰۱۸ء بروز اتوار، پیر دارالعلوم وقف دیوبند کے شعبۂ بحث وتحقیق حجۃ الاسلام اکیڈمی کے زیر اہتمام ایک دوروزہ بین الاقوامی سہ لسانی سیمینار حضرت مولانا محمد سالم قاسمی علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات پر منعقد ہوا، جس میں باحثین اور مقالہ نگاروں نے حضرت خطیب الاسلام قدس سرہ کی حیاتِ طیبہ اور ان کے آثر ومعارف کا مبسوط جائزہ لیا نیز عہد موجود میں ان کی افادی معنویت کو اجاگر کیا، سیمینار کی کل چار نشستیں ہوئیں، افتتاحی سیشن میں ناظم جامعہ حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ نقشبندی مدظلہم کو بھی دعوتِ شرکت دی گئی تھی، ذیل کا یہ پیغام اسی موقعہ کیلئے لکھا گیا تھا جسے مدیر جامعہ کے تعمیل ارشاد میں اس خاکسار نے ہی منتظمین سیمینار تک پہنچایا۔ مرتب

مکرم ومعظم جناب حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی مدظلہم

مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند

وبرادر گرامی مولانا ڈاکٹر محمد شکیب قاسمی سلمکم اللہ وعافاکم

ڈائریکٹر حجۃ الاسلام اکیڈمی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج سامی بخیر ہوگا! سردست محترم والاصفات کے ارسال فرمودہ دعوت نامہ سے یہ معلوم کرکے خوش گوار حیرت اور دلی مسرت ہوئی کہ دارالعلوم وقف دیوبند اپنے مؤقر شعبہ ”شعبۂ بحث وتحقیق حجۃ الاسلام اکیڈمی“ کے زیر انتظام ایک بین الاقوامی سہ لسانی سیمینار بنام ”حضرت خطیب الاسلامؒ: حیات وخدمات اور کارنامے“ ماہ رواں یعنی اگست کی ۱۲/۱۳ /تاریخوں میں نہایت آب وتاب کے ساتھ منعقد کررہا ہے جس میں مدعو اصحابِ علم وقلم اور زعمائے دین وملت خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی نور اللہ مرقدہ سابق صدر مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند کی

پاکیزہ حیات وخدمات، علمی آثار وباقیات اور ان کے رہنما فکر وعمل کی دعوت سے ملت کو روشنی فراہم کریں گے، کوئی شبہ نہیں کہ ذمے دارانِ دار العلوم کا یہ لائق ستائش اقدام حضرت خطیب الاسلام علیہ الرحمہ کیلئے سچا خراج تحسین بھی ہے اور احسان شناسی کا ایک نمونہ بھی، فجزاکم اللہ احسن الجزاء وتقبل اللہ خدماتکم۔

لاریب خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی رحمۃ اللہ علیہ جیسی عبقری شخصیتیں ہر روز پیدا نہیں ہوتیں

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

زمانہ نے دیکھا کہ حضرت خطیب الاسلام کی ذات والا صفات بھی انعامات ربانی کا مظہر جمیل تھی، وہ برصغیر کے ایک علمی خانوادہ کے نہ صرف حقیقی چشم وچراغ تھے بلکہ اپنے جلو میں معصومیت، حسنِ اخلاق، کفِ لسان، علم وکمالات اور فکر وآگہی کی ایک کہکشاں سجائے پھرتے تھے، آپ کے دمِ فیض سے دین ودانش کے کتنے ہی جہان روشن تھے فکر وعقیدہ کی لازمی پختگی کے ساتھ معاصر مسائل ومسالک کے باب میں بھی آپ ہمیشہ جادۂ اعتدال سے ہم عناں رہے، بلکہ حکمتِ دین کی جو معرفت اور پھر اس کی تعبیر وتشریح اور تبلیغ کی دولت حضرت قاسم العلوم والخیرات مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے نصیبہ میں آئی وہ نسلاً بعد نسلٍ حضرت خطیب الاسلام کو بھی حسب توفیق عطا ہوئی تھی، جسے ان کے علمی آثار ومعارف اور خطبات میں بسہولت دیکھا جاسکتا ہے، الغرض حضرت خطیب الاسلام جیسی بافیض اور دلنواز شخصیت کے بارے میں مجھ جیسا کوتاہ علم وقلم اور ادنیٰ طالب بجز اس کے کیا عرض کرسکتا ہے کہ

سفینہ چاہیے اس بحرِ بیکراں کیلئے

اللہ کرے یہ سیمینار اپنی غرض وغایت اور موضوع کے اعتبار سے زیادہ ہمہ گیر جامع اور نتیجہ خیز ثابت ہو، بلکہ حضرت خطیب الاسلام کے فیضانِ علم وعمل کے ذیل میں اسے جرسِ کارواں کے طور پر دیکھا اور سنا جائے، نیز اس کے پیغام کو زادِ سفر وراحتِ قلوب کے طور پر اپنایا جائے، آمین والحمد للہ رب العلمین۔

خالد سیف اللہ گنگوہی
خادم جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ
۲۵/۱۱/۱۴۳۹ھ/۸/۸/۲۰۱۸ء

حضرت مولانا مفتی عبداللہ کاپودروی کے سانحۂ رحلت پر تعزیتی مکتوب

باسمہ تعالیٰ

گرامی قدر جناب حضرت مولانا اسماعیل عبداللہ پٹیل صاحب زادمجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ کرے آپ بہمہ وجوہ مع الخیر ہوں!

بعض احباب اور دیگر ذرائع سے بھی آپ کے والد بزرگوار اور پوری علمی برادری کے محسن ومربی مخدوم گرامی حضرت مولانا مفتی عبداللہ کاپودروی کے سانحۂ وفات کا علم ہوکر قلبی صدمہ ہوا، **انا للہ وانا الیہ راجعون ان للہ ما اعطیٰ ولہ ما اخذ وکل عندہ بمقدار ۔**

حضرت مولانا عبداللہ صاحب اپنی معنویت علم وکمالات، تقویٰ وطہارت اور مربیانہ صفات کے حامل ایک بےنفس انسان تھے، وہ علم ومطالعہ اور تصنیف وتالیف کا ستھرا ذوق رکھنے کے ساتھ انتظام وافراد سازی کا بھی گہرا تجربہ رکھتے تھے، زبان وبیان کی ممارست کے ساتھ ان کا علمی اور ادبی ذوق بھی بڑا شگفتہ تھا، بلاشبہ اس حوالہ سے حضرت مولانا بڑا کام کر گئے ہیں، جامعہ فلاح دارین کی تعمیر وترقی تو ان کے حسنات میں خوشگوار اضافہ کے طور پر ہمیشہ یاد رکھی جائے گی، اخلاق وتواضع اور خورد نوازی بھی حضرت مرحوم کے جبلی اوصاف تھے، چند سال پیشتر ہی وہ جامعہ اشرف العلوم رشیدی میں تشریف لائے تھے اور یہاں کے تعلیمی ماحول کو دیکھ کر بڑی قدردانی کا اظہار فرمایا تھا، بلکہ اپنے افادہ وفیضان سے ہم خدام جامعہ کو شادکام بھی کیا تھا، افسوس کہ ایسا مخلص دینی رہنما ہم سے بچھڑ گیا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سانحۂ وفات پر عزیز مکرم مولانا محمد ساجد کھجناوری استاذ جامعہ نے جو تأثراتی مضمون یہاں کے صحافتی ترجمان ماہنامہ "صدائے حق" کے صفحات پر قلم بند کیا تھا وہ بھی خط ہذا کے ہم رشتہ ارسالِ خدمت ہے، دعواتِ صالحہ میں یادآوری کی استدعاء ہے، اللہ پاک حضرت کے درجات بلند فرمائے اور اخلاف ومتعلقین کو صبر وشکیبائی موفق فرمائے، آمین۔

شریکِ غم:

خالد سیف اللہ گنگوہی نقشبندی

(مدیر) جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

۲۵/۱۱/۱۴۳۹ھ/ ۸/۸/۲۰۱۸ء

اخبار جامعہ

جامعہ اشرف العلوم رشیدی کی ڈائری

ابوفیصل کھجناوری

رفیق ماہنامہ صدائے حق گنگوہ

ماہانہ تعلیمی جانچ

شوال المکرم کے آخری عشرہ ہی میں درسی اسباق شروع ہوگئے تھے جو ماہ ذی الحجہ کی آمد تک بدستور رہے، ۳۰ر ذی الحجہ سے ۱۵ر ذی الحجہ تک تعطیل عیدالاضحیٰ کا اعلان دارالاہتمام سے پہلے ہی آویزاں ہوگیا تھا، اس لئے دور دراز کے بیرونی طلبہ نے اسی حساب سے اپنا نظامِ سفر ترتیب دیا اور دیگر طلبہ کی طرح اس موقعہ پر منعقد ہوئے ماہانہ امتحان میں شرکت کرنے کے بعد وہ بھی اپنے گھروں کیلئے روانہ ہوگئے۔

اقامتی ہالوں میں سنگ مرمر کی تنصیب

جامعہ کی درسگاہوں، مساجد اور بعض دفاتر میں سنگ مرمر کی تنصیب کا مرحلہ مکمل کر لئے جانے کے بعد اقامتی ہالوں کے صحن میں بھی یہ عمل شروع کردیا گیا ہے، انتظامیہ کی طرف سے معماروں کو ہدایت دی گئی ہے کہ وہ عیدالاضحیٰ کی تعطیل کے ختم ہونے سے پہلے پہلے سنگ مرمر کی تنصیب کا مجوزہ منصوبہ بعجلت تمام روبہ عمل لے آئیں، تاکہ طلبہ کی بروقت آمد پر کسی قسم کی انتظامی دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے، ذرائع کے مطابق اس پروجیکٹ پر خطیر رقم کے صرفہ کی امید ہے۔

دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث کی تشریف آوری

گذشتہ دنوں ملک کے نامی گرامی اور مقتدر اداروں سے وابستہ علماء کرام اور مہمانانِ عظام کی جامعہ میں تشریف آوری ہوئی، مادرِ علمی دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث حضرت مولانا قمر الدین گورکھپوری مدظلہم

خلیفہ ومجاز محی السنۃ حضرت ہردوئی علیہ الرحمہ ایک قافلہ کے ہمراہ جامعہ تشریف لائے، جہاں رئیس جامعہ حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ نقشبندی سمیت اساتذہ وطلبہ نے آپ کا والہانہ استقبال کیا اور از راہِ استفادہ بعد نمازِ مغرب متصلاً آپ کو دعوتِ خطاب پیش کی گئی، جسے حضرت والا نے نہایت انشراح کے ساتھ قبول فرمایا اور طلبہ کو اپنے قیمتی مواعظ سے شادکام فرمایا، اس موقعہ پر موجود جامعہ کے موقر استاذ مولانا قاری محمد صابر سہارنپوری نے بشکلِ اشارات آپ کی اس تقریر دلپذیر کا خلاصہ قلم بند کرلیا تھا جو بہت اختصار سے صدائے حق کے صفحات پر پیش کیا جاتا ہے۔

حمد وصلاۃ کے بعد حضرت نے قرآن کریم کی آیت: ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات سیجعل لھم الرحمن ودا تلاوت فرمائی اور ترجمہ کے ذیل میں ارشاد فرمایا کہ ”بے شک جو لوگ نیک اعمال کرتے ہیں اللہ تعالیٰ مخلوق کے دلوں میں ان کی محبت ڈالدیتے ہیں جو دراصل انہیں ایمان اور عمل صالح کی برکت سے عطا کی جاتی ہے، لیکن مخلصین اور اہل اللہ کو اس پر فخر نہیں ہوتا بلکہ وہ خوف ورجا کی مجسم تصویر بن جاتے ہیں، آپنے بطور استدلال مخدوم العلماء حضرت مولانا شاہ محمد وصی اللہ فتح پوری قدس سرہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت شاہ صاحب جب پرتا پگڈھ تشریف لائے تو لوگوں کا ایک جم غفیر آپ کی زیارت کے لئے امڈ آیا، لیکن حضرت نے اس پر اپنی خفگی کا اظہار کرتے ہوئے لوگوں سے کہلوایا کہ وہ اپنے ضروری کام کے لئے چلے جائیں۔

حضرت مولانا نے طلبہ کو اس بات کیلئے بطور خاص متوجہ کیا کہ وہ اپنے منتظمین اور اساتذہ کے احترام میں کبھی کمی نہ آنے دیں، کیونکہ ان کی محبت اور تعظیم سے ہی علم ومعرفت کے راز کھلتے ہیں اور علم میں ترقی ومقبولیت پیدا ہوتی ہے، بلکہ دنیوی فوائد سے بھی آدمی محروم نہیں رہتا، آپ نے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ کی علالت کے زمانہ کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت کا یہ واقعہ بھی سنایا کہ رات کے وقت میں حضرت نانوتوی نے فرمایا کہ کاش میری بہن یہاں ہوتی تو وہ اچھی طرح خدمت کرتی، چنانچہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی جو حضرت نانوتوی کے خاص شاگرد رشید بھی تھے اور کسان گھرانے سے تعلق رکھتے تھے رات ہی میں بیل گاڑی لیکر

نانوتہ پہنچے اور آپ کی بہن کو ان کے محرم کے ہمراہ لیکر راتوں رات دیوبند پہنچے اور فجر کی نماز میں عرض کیا کہ حضرت آپ کی ہمشیرہ تشریف لے آئی ہیں۔

عزیز طلبا! حضرت شیخ الہندؒ کے اس عمل سے حضرت نانوتوی کا دل کس قدر خوش ہوا ہوگا اور کتنی مقبول دعائیں دل سے نکلی ہوں گی اس لئے تمام طلبا اپنے منتظمین کا اساتذہ کا کتابوں کا اور تمام آلاتِ علم کا ادب ملحوظ رکھا کریں ان شاء اللہ اس سے غیر معمولی نفع ہوگا۔ بعد ازاں حضرت علامہ صاحب نے دُعا فرمائی اور حضرت مفتی صاحب سے قدر دانی ظاہر فرمائی۔

جامعہ مظاہر علوم وقف سہارنپور کے استاذ اور رفیق دار الافتا حضرت مولانا مفتی محمود حسن رام پوری زیدمجدہم بھی بغرض ملاقات تشریف لائے، آپ ایک علم دوست شخصیت ہیں، مطالعہ کے بے حد رسیا اور مخطوطات کی فراہمی کیلئے دور دراز ممالک کا بھی سفر فرما لیتے ہیں، آپ کی تشریف آوری ہوتی ہے تو پھر پوری مجلس نئی نئی کتابوں اور تازہ مطبوعات کی معلومات ہی سے آراستہ ہو جاتی ہے، ناظم جامعہ حضرت مفتی صاحب مدظلہم خود نئی کتابوں اور تحقیقات کے متلاشی رہتے ہیں، چنانچہ اس مرتبہ آپ کی آمد ہوئی تو بخاری کی متعدد شروحات آپ نے طلب فرمائی، جبکہ بعض نادر مطبوعات کی فراہمی کے تقاضہ سے بھی مہمان مکرم کو مطلع فرمایا۔

جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور کے روح رواں حضرت مولانا محمد آصف ندوی کی بھی آمد ہوئی، آپ مفکر ملت حضرت مولانا محمد اسلم صاحب علیہ الرحمہ کے جانشین ہیں اور اپنے ادارہ کی آب یاری فرما رہے ہیں جس کیلئے وہاں کا اسٹاف آپ کے شانہ بشانہ ہے۔

جمعیۃ علماء ہند دہلی (محمود مدنی گروپ) کے صدر و نظما کی جامعہ میں تشریف آوری

جمعیۃ علماء ہند دہلی (مولانا محمود مدنی گروپ) کے صدر و نظما بھی جامعہ تشریف لائے اور حضرت ناظم صاحب سے جمعیۃ علماء کی بعض ضروری سرگرمیوں کے پس منظر میں تبادلۂ خیال فرمایا، جمعیۃ کے اس وفد میں مولانا داؤد امینی، مولانا محمد عارف قاسمی، مولانا جاوید صدیقی، قاری محمد شاہد، قاری احرار الحق جوہر قاسمی اور مولانا غیاث الدین مظاہری شامل تھے۔

کل تعداد طلبۂ جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ ۴۰،۱۴۳۹ھ

شعبۂ افتاء	19	تعداد جونیر ہائی اسکول	66
جماعت دورۂ حدیث شریف	114	تعداد پرائمری	332
جماعت مشکوٰۃ شریف	81	نعمت الصالحات (گرلز) جونیر ہائی اسکول (محلہ غلام اولیاء)	238
جماعت مختصر المعانی	39	نعمت الصالحات (گرلز) جونیر ہائی اسکول محلہ کوٹلہ	247
جماعت شرح جامی	33	شاخ فیضان رشید (متصل مزار حضرت گنگوہیؒ)	143
جماعت کافیہ	39	دار العلوم نانوتہ شاخ جامعہ اشرف العلوم رشیدی	30
جماعت میزان الصرف	40	دار التوحید والسنہ مقام کلیر شاخ جامعہ اشرف العلوم رشیدی	25
شعبۂ اجراء فارسی	115	کل تعداد مقامی طلبہ	1081
شعبۂ حفظ	261	کل تعداد طلبہ	1827
دار العلوم نانوتہ درجۂ حفظ	5		
کل تعداد بیرونی طلبہ	746	کل تعداد مدرسین وملازمین	100

جامعہ کے اہم فوری منصوبے اور خرچ کا تخمینہ

دار الطعام برائے طلبہ جامعہ ہذا۔	27,00000
جامعہ نعمت الصالحات (گرلز ہائی اسکول) کی تعمیر۔	60,00000

اپیل:

ملت کے دردمند غیور اور مخیرین حضرات سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ وہ ادارہ کے ان تمام منصوبوں کی تکمیل کیلئے ادارہ کی تعمیرات وترقیات میں بھرپور حصہ لیکر عند اللہ ماجور وعند الناس مشکور ہوں اور ادارہ کی حفاظت وترقی کیلئے اپنی مخصوص دعائیں اور توجہات بھی مبذول فرمائیں،

جزاکم اللہ خیرا فی الدارین (ادارہ)۔

جہانِ کتب

رئیسِ جامعہ ونگرانِ اعلیٰ

حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ نقشبندی دامت برکاتہم کی

بعض اہم تصنیفات

مطبوعہ

(۱) سید المحدثین

(۲) تذکرہ اکابر گنگوہ (دو جلدیں)

(۳) تحفۂ مؤمن

(۴) فضائل سید المرسلین

(۵) فضیلتِ علم وحکمت

(۶) فوائدِ شریفیہ

(۷) تصوف کیا ہے؟

(۸) فضیلتِ تقویٰ

(۹) کیا ذکرِ جہری حرام یا مکروہ ہے؟

(۱۰) راہِ عمل (عربی)

(۱۱) راہِ عمل (اردو)

(۱۲) راہِ عمل (انگلش)

(۱۳) خیر الکلام فی مسئلۃ القیام

(۱۴) ایمان اور اسکے تقاضے

(۱۵) مکاتیب حضرت شیخ محمد زکریا صاحبؒ

(۱۶) عمامہ کی عظمت وافادیت

(۱۷) مکتوباتِ فقیہ الامت (حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ)

(۱۸) خطباتِ سیف اللہ

غیر مطبوعہ

(۱۹) فضائل دعوت وتبلیغ

(۲۰) قبائح تکبر، محاسن تواضع

(۲۱) جامع ترمذی کی شرح

(۲۲) الایمان ومتطلباتہ (عربی)

(۲۳) جمالِ علم وعمل

(۲۴) تحفۃ المسافرین

(۲۵) قرآن کریم کی سورتوں کا خلاصہ

ناشر مکتبۂ شریفیہ گنگوہ

جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ، سہارنپور یوپی

9457618591